قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 22/ستمبر 2022ء | 25/صفر 1444 ہجری قمری | 22/تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:203

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۱﴾

(الحجرات: 11)

ترجمہ: مومن تو بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

پس نہ کسی کو اپنی نمازوں پر خوش ہونا چاہئے۔ نہ کسی کو اپنی جماعتی خدمات پر خوش ہونا چاہئے۔ نہ کسی کو کوئی خاص عہدہ ملنے پر خوش ہونا چاہئے۔ نہ کسی کو کسی مالی قربانی پر خوش ہونا چاہئے جب تک کہ عاجزی، انکساری اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی اُس میں نہ ہو۔ اور جب حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کے جذبات ایک انسان میں موجزن ہوتے ہیں تو پھر وہ حقیقی تقویٰ پر قدم مار رہا ہوتا ہے اور حقیقی تقویٰ پر چلنے والا پھر کسی نیکی پر خوش نہیں ہوتا۔ اُس میں فخر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اُس کی خشیت اُس میں بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہر نیکی کرنے کے بعد یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ پتہ نہیں یہ نیکی خدا تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ بھی پاتی ہے کہ نہیں۔ پس حقیقی نیکیاں تقویٰ پیدا کرتی ہیں اور تقویٰ انسان میں عاجزی اور انکساری پیدا کرتا ہے۔ اور یہی چیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس زمانے میں ہم میں پیدا کرنے آئے ہیں۔ دوسروں کے لئے ہمدردی کے جذبات رکھنے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ شرائطِ بیعت جو ایک احمدی کے حقیقی احمدی مسلمان کہلانے کے لئے بنیادی چیز ہے، اس کی چوتھی شرط میں آپ فرماتے ہیں کہ:

’’یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا، نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، نہ کسی اور طرح سے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول 159 اشتہار ’’تکمیل تبلیغ‘‘ اشتہار نمبر 51)

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں حسد نہ کرو۔ آپس میں نہ جھگڑو۔ آپس میں بُغض نہ رکھو اور ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اُس پر ظلم نہیں کرتا۔ اُسے ذلیل نہیں کرتا اور اُسے حقیر نہیں جانتا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ’’تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ کسی آدمی کے شر کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔‘‘

(صحیح مسلم کتاب البروالصلۃ والآداب باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ .... حدیث: 2564)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

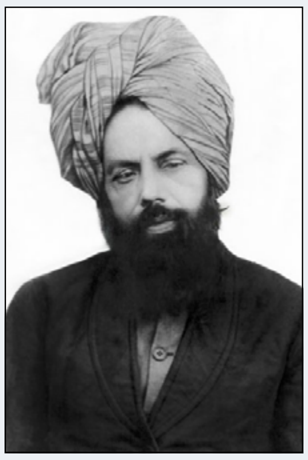

میری حالت پر افسوس ہے اگر...

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بناء پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسااوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دوسو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو نصیحتوں کو سن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں برجبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

اس شمارہ میں

- مجھ پہ بخشش کی اک نظر کر دے (منظوم)
- پلیز! کرونا کے مریض معانقہ یا مصافحہ نہ کریں
- کائنات کی تخلیق
- حضرت خواجہ غلام نبی رضی اللہ عنہ۔ چکوال/ڈیرہ دون
- مکرم مولانا مبارک علی بنگالی کی خدمات پر ایک طائرانہ نظر
- This week with Huzoor
- آؤ! اُردو سیکھیں

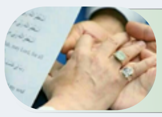

دربارِ خلافت

جاپان میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا ذکر اور ذمہ داری

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریباً سات سال کے بعد مجھے جماعت احمدیہ جاپان سے یہاں آ کر مخاطب ہونے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کی دوسری جماعتوں کی طرح جماعت احمدیہ جاپان بھی ترقی کی طرف بڑھنے والی اور اس طرف قدم مارنے والی جماعتوں میں سے ہے۔ اخلاص و وفا اور مالی قربانیوں میں بڑھنے والی جماعتوں میں سے ہے۔ لیکن افرادِ جماعت کو یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کبھی ان کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ ہم ترقی کی طرف بڑھ رہے ہیں، ہماری تعداد میں بھی کچھ اضافہ ہوا ہے، ہماری مالی قربانیاں بھی بڑھی ہیں، ہم نے ایک نئی جگہ خرید لی ہے جو یہاں ضروریات کے لئے کئی سال کے لئے کافی ہے۔ ہم نے ایک نئی جگہ اس لئے خرید لی کہ ہمارے عبادتوں کے علاوہ دوسرے فنکشنز بھی وہاں ہو سکیں۔ یہ نیا مرکز جو آپ نے خریدا ہے اس کی تفصیلات بھی مَیں آگے بیان کروں گا لیکن یہاں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ نئی وسیع جگہ جو آپ کی نمازوں کے لئے کافی ہے اور جو جماعت کی موجودہ تعداد ہے، اس کے لحاظ سے جلسوں کے لئے بھی کچھ عرصے کے لئے کافی ہو گی۔ دفاتر کے لئے بھی آپ کو جگہ مل جائے گی۔ گیسٹ ہاؤس ہے، مشن ہاؤس ہے اور دوسری سہولتیں ہیں اور جماعت احمدیہ جاپان نے اس کی خرید کے لئے بڑی مالی قربانیاں بھی دی ہیں۔ اور مالی قربانیوں کا حق بھی ادا کیا ہے لیکن ہمیشہ یاد رکھیں کہ حقیقی حق ادا ہوتا ہے جب ہم ان باتوں کو سمجھیں اور اُن پر عمل کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں کرنے کے لئے کہی ہیں۔ آپ کی بیعت میں آ کر ہمیں ان باتوں کو سمجھے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو ایک حقیقی مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔ وقتی جذبات کے تحت بعض قربانیاں اور بعض عمل بے شک بعض اوقات نیکیوں کی طرف رغبت دلانے کا باعث بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر کئے گئے ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے اور اُن کو سمیٹنے والے بھی بن جاتے ہیں لیکن ہم جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہونے والا کہتے ہیں، ہمارے مقصد حقیقت میں تب حاصل ہو سکتے ہیں جب ہم مستقل مزاجی سے اپنے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرنے کی کوشش کریں۔ جب ہم جماعت احمدیہ کے قیام کے مقصد کو اپنے پیشِ نظر رکھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’مُنْعَمْ عَلَیْہِم لوگوں میں جو کمالات ہیں اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ فرمایا ہے ان کو حاصل کرنا ہر انسان کا اصل مقصد ہے اور ہماری جماعت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کو قائم کرنے سے یہی چاہا ہے کہ وہ ایسی جماعت تیار کرے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی تا کہ اس آخری زمانے میں یہ جماعت قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر بطورِ گواہ ٹھہرے۔‘‘

(الحکم 31/مارچ 1905ء جلد 9 شمارہ نمبر 11 صفحہ 6 کالم 2)

پس یہ ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لگائی ہے کہ ہم نے اُن مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے حاصل کئے یا اُن کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے مسلسل جان، مال اور وقت کی قربانی دی۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ڈرتے ہوئے ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ڈرتے رہے اور اپنی دعائیں پیش کرتے رہے۔ کسی قربانی پر فخر نہیں کیا بلکہ یہ دعا کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ اپنی عبادتوں کے معیار بلند کئے تو ایسے کہ اپنی راتوں کو بھی عبادتوں سے زندہ رکھا اور اپنے دنوں کو بھی باوجود دنیاوی کاروباروں کے اور دھندوں کے یادِ خدا سے غافل نہیں ہونے دیا۔

پس یہ وہ مقصد ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی وہ مقصد ہے جس کے بارے میں قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم نے یہ مقصد پا لیا تو اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کر لیا۔ کیونکہ انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ ہم جب مساجد بناتے ہیں یا اجتماعی عبادت کے لئے کوئی جگہ خریدتے ہیں تو یہی مقصد پیشِ نظر ہونا چاہئے کہ ہم نے مستقل مزاجی کے ساتھ اپنی پیدائش کے مقصد کی بلندیوں پر جانا ہے۔ دنیا میں تو جو مقاصد ہیں اُن کی بعض حدود ہیں۔ ایک خاص بلندی ہے جس کے بعد انسان خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے اُسے پا لیا ہے۔ یا اس دنیا میں ہی اس کے نتائج حاصل کر لئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کا مقصد تو ایسا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے قربت کے نئے سے نئے دروازے کھولتا چلا جاتا ہے اور پھر مرنے کے بعد بھی اس دنیا کے عملوں کی اگلے جہان میں جزا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے لامحدود رحم اور فضل کے تحت ترقی ممکن ہے اور ہوتی چلی جاتی ہے اور ایسے انعامات کا انسان وارث بنتا ہے جو انسان کی سوچ سے بھی باہر ہیں۔ صحابہ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِم نے اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ترقی کی منازل طے کیں اور ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کا اعزاز پایا۔

(خطبہ جمعہ 8/ نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

مجھ پہ بخشش کی اک نظر کر دے

مجھ پہ بخشش کی اک نظر کر دے
ہر خطا میری درگزر کر دے

نور کی کرنوں کے اجالے سے
ظلمتِ شب کو مختصر کر دے

بخش کر دولتِ ہنر مولا!
مجھ کو دنیا میں معتبر کر دے

دے فلک تک رسائی آہوں کو
پیدا نالوں میں تُو اثر کر دے

پیش ہے دشمنوں کی عیاری
زیر ہونے کو ہوں زبر کر دے

راحتِ جان یہ سفر کر کے
زندگی غم کی مختصر کر دے

تیری قدرت کا معجزہ ہے یہ
پتھروں کو بھی تُو گہر کر دے

مجھ کو راحت ملے جہاں میں بھی
مثلِ جنت مرا یہ گھر کر دے

آسماں چھوئے مولا! بشریٰ بھی
دست و بازو کو باہنر کر دے

بشریٰ سعید عاطف۔ مالٹا

اداریہ

پلیز! کرونا کے مریض معانقہ یا مصافحہ نہ کریں
COVID-19 کی بیماری ابھی مکمل ختم نہیں ہوئی

مؤرخہ 13 اگست علی الصبح نماز تہجد کے بعد جب موبائل فون پر ڈاک کے میسجز دیکھے تو ان میں کینیڈا سسکاٹون سے مکرمہ بشریٰ نذیر آفتاب کا ایک میسج تھا جس میں یہ لکھا تھا میں نے کل ایک چھوٹا سا مضمون بعنوان ’’کووڈ 19 میں ایک بے وقتی ملاقات کی سزا‘‘ بھجوایا ہے۔ یہ مضمون اب الفضل آن لائن میں شائع ہو چکا ہے۔ کیونکہ جلسہ سالانہ ویسٹرن کینیڈا پر ماسک نہ پہننے کے نتیجہ میں یہاں سسکاٹون میں گھروں کے گھر کرونا کی وجہ سے بیمار پڑے ہیں۔ ہمارے بھی ایک فیملی ممبر نے دوسروں کی دیکھا دیکھی ماسک اتار دیا تھا اور اس کا خوف ناک نتیجہ اب ہم سب بھگت رہے ہیں۔

عجیب اتفاق ہے کہ خاکسار نے اداریے لکھنے کے لیے جو موضوعات کے لیے ذہن سازی کر رکھی ہوئی ہے اس میں بھی کووڈ-19 کے حوالہ سے احتیاطی تدابیر کا موضوع سر فہرست ہے۔ کیونکہ میں محسوس کر رہا تھا کہ دوست احباب کووڈ 19 کو ابھی تک سنجیدگی سے (seriously) نہیں لے رہے اور احتیاطی تدابیر کو خیر باد کہتے جا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اب اس متعدی بیماری نے ہمارے ساتھ ہی رہنا ہے جو اس سے محفوظ رہنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرتے رہیں گے وہ ہی اس سے بچتے رہیں گے۔

مجھے یاد ہے کہ خاکسار ایک شادی میں باصرار شمولیت اور پوری SOPs اختیار کرنے کے باوجود کرونا میں مبتلا ہو چکا تھا۔ کیونکہ ہمارے ایشائی معاشرہ میں نستعلیق طریقے سے جپھی ڈالنا، معانقہ کرنا اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا شامل ہے۔ اس لیے جب ایک اور فیملی شادی کے فنکشن پر مجھے مدعو کیا گیا تو جب خاکسار نے عمر کے اعتبار سے معذرت کی تو کہا گیا کہ آپ نے ہی صدارت کے فرائض ادا کرنے ہیں اور دعا کروانی ہے۔ تو مجھے مجبوراً اس فنکشن میں بھی شامل ہونا پڑا۔ مجھے احساس تھا کہ اس خوشی کے موقع پر بہت سے ایسے عزیز و اقارب سے بھی ملنا ہوگا جن سے Covid-19 کے دوران ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ تو خاکسار نے ایک بہت ہی کلرفل بیج تیار کروا کر اپنی ویسٹ کوٹ (waistcoat) کے اوپر چسپاں کر لیا۔ (اس پر کیا رقم تھا یہ ابھی مخفی ہی رہنے دیں) چنانچہ دعوت میں اس کا خوشگوار نتیجہ یہ نکلا کہ مدعووین اس سے محظوظ بھی ہوئے اور ممکن ہے بعضوں نے در پردہ مذاق بھی سمجھا ہو لیکن لوگ کیا کہیں گے؟ کے الزام لگنے کے احساس کو اپنے اوپر طاری ہونے نہیں دیا اور اس کے ذہن میں آنے کے باوجود خاکسار کو جرأت دکھلانی پڑی۔ اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ دوستوں نے دور رہ کر صرف سلام دعا ہی پر اکتفا کیا۔ یاد رہے کہ یہ مشورہ خاکسار نے امریکہ اور کینیڈا کے ٹرپ پر جاتے ہوئے ایک دوست کو بھی دیا تھا۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر اس مشورہ کو ٹال دیا کہ یہ تو بہت دل گردہ اور حوصلہ والی بات ہے اس پر عمل کرنے پر لوگ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ مذاق بھی اڑائیں گے اور سُوئے اتفاق کہ وہ وہاں پہنچ کر کرونا بیماری کی لپیٹ میں آ کر اس کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور صاحب فراش ہو گئے اس طرح وقت اور پیسہ کے نقصان کے ساتھ ساتھ ان کا سارا Trip بھی خراب ہو گیا۔

دراصل ہمارے دوست اس کو غیر اہم سمجھتے ہوئے بہت نارمل لیتے ہیں۔ اوّل تو خود بیمار ہو کر اس بیماری سے نبرد آزما ہونا کوئی آسان نہیں لیکن اس بیماری کی بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ متعدی بیماری ہے جو اپنے ساتھ بہت سے دیگر ساتھیوں کو بھی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ یہ اتنا غیر محسوس طریقے سے ہوتا ہے کہ جس کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم میں سے بہت سے مہذب اور پڑھے لکھے احباب نے اس کی تکلیف کو سمجھا اور خود بھی احتیاط کی اور بنی نوع کے لیے بھی احتیاط کا باعث بنے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے چند مثالیں پیش ہیں۔

- ایک دوست کا اپنی بیٹی کی شادی سے قبل کرونا پازیٹو آ گیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو گھر میں محصور کر لیا اور دوسروں کی بھلائی کے لیے قربانی کرتے ہوئے فنکشن پر نہیں گئے۔
- ایک دوست کی والدہ وفات پا گئیں اور وہ ان دنوں کرونا میں مبتلا تھے۔ انہوں نے جنازہ پر جانے اور تدفین سے معذرت کر لی کہ میرا جانا دوسروں کے لیے خطرے سے خالی نہیں۔
- ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آئے روز مبلغین کرام کی ماؤں یا باپوں کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کرونا کی وجہ سے ان کا بیٹا جنازہ میں شامل نہیں ہو سکا۔

لیکن اس کے بالمقابل بعض ایسے دوست اور خواتین بھی ہیں جنہوں نے کرونا پازیٹو ہونے کے باوجود ہر فنکشن میں شرکت کی اور دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث ثابت ہوئے۔

ایک دوست نے تو حد ہی کر دی، اپنے دوست ڈاکٹر کے پاس گئے پہلے تسلی سے معانقہ کیا اور پھر فرمانے لگے کہ مجھے یہ مشورہ کرنا ہے کہ کرونا کی بیماری سے نجات کیسے حاصل کروں اور کس قسم کا سرٹیفکیٹ بنواؤں کہ ائرپورٹ والے زیادہ تنگ نہ کریں۔ اپنے اس دوست کی بات سے وہ ڈاکٹر صاحب دنگ رہ گئے اور اس سوچ میں چلے گئے کہ میں اپنے آپ کو کرونا سے اب کیسے بچاؤں گا؟

- مجھے علم ہے کہ کسی کی والدہ محترمہ کرونا سے وفات پا گئیں جس کی وجہ سے گھر کے تمام افراد کرونا میں مبتلا تھے مگر نہ صرف جنازہ پر رشتہ داروں، عزیزوں کو مدعو کیا گیا بلکہ تدفین کے بعد تعزیت کرنے والوں کے لیے گھر کے دروازے بھی کھلے رکھے۔
- اپنی بیٹی اور عزیزوں کی شادیوں میں کرونا پازیٹو کے باوجود یہ کہتے ہوئے شرکت کی کہ یہ مواقع بعد میں میسر نہیں آتے یا زندگی میں ایک دفعہ ہی آتے ہیں۔ لوگوں کے مزاج کی سادگی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے !!!
- ان محفلوں میں دلہن کے والد نے نہ صرف شمولیت کی بلکہ آنے والے مہمانوں کا معانقوں کے ساتھ استقبال کیا۔ جپھی ڈالنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ تو کرونا میں مبتلا تھے۔ اور یہ خیال خام لیے پھرتے تھے کہ ان کی کرونا سے دوستی ہو گئی ہے۔ حالانکہ وہ جنت الحمقاء میں رہتے ہیں۔
- اسی پر بس نہیں بلکہ غیر ممالک میں شادی attend کرنے کی صورت میں کرونا پازیٹو کی اطلاع کے باوجود عزیز و اقارب سے ان کے گھروں کا visit کرنا، کرونا میں مبتلا ہونے کے باوجود ملاقات کرنا سمجھ سے بالا تر ہے۔
- مجھے ایک میاں بیوی نے بڑے فخر سے بتلایا کہ ہم تو آج مارکیٹ میں خرید و فروخت کے لیے گئے تھے۔

جبکہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جس علاقہ میں متعدی وباء ہو تو وہاں سے کوئی شخص دوسری جگہ نہ جائے اور نہ ہی اس جگہ کا کوئی visit کرے۔

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ بہت بڑے قافلہ کے ساتھ شام کا سفر اختیار کیا۔ جب آپؓ سرغ نامی مقام پر پہنچے تو آپؓ کو بتایا گیا کہ شام میں وباء پھوٹ پڑی ہے۔ حضرت عمرؓ نے مہاجر صحابہ، انصار صحابہ اور قریش کے سرداروں سے الگ الگ مشورہ کیا کہ کیا اس وبائی صورت حال میں ہمیں شام جانا چاہیے یا یہیں سے واپس چلے جانا چاہیے؟ تینوں گروہوں کی اکثریت نے یہ رائے دی کہ آپ کے ساتھ چنیدہ لوگ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین ہیں۔ ان کو ساتھ لے کر وباء کے علاقہ میں جانا مناسب نہیں۔ کسی قسم کا خطرہ مول نہ لیا جائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے واپس جانے کا حکم صادر فرمایا۔

حضرت ابو عبیدہؓ اور بعض دیگر صحابہ نے اس کی مخالفت کی تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ! ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی کی طرف جا رہے ہیں۔ دیکھو! اگر تمہارے اونٹ ایک ایسی وادی میں جائیں جس کی دو گھاٹیاں ہوں۔ ایک سر سبز و شاداب اور دوسری خشک چٹیل ویران۔ تو تم لازماً اپنے جانوروں کو سرسبز و شاداب وادی میں چراؤ گے۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ اس موقعہ پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ تشریف لے آئے جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سنائی کہ اگر کسی علاقہ میں وباء پھیلی ہوئی ہو تو وہاں نہ جاؤ اور وباء والے علاقہ سے کسی اور جگہ بھی نہ جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے اس بات پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور مدینہ واپس جانے کا فیصلہ فرمایا۔
(مسلم کتاب السلام باب الطاعون)

جو دوست یا خواتین اس وبائی کیفیت میں مبتلاء ہونے کے باوجود اپنی بیماری کو اخفاء میں رکھتے ہیں یا یہ کہ کر اس کی مہلک کیفیت کو غیر اہم بنانے کے لیے کہتے ہیں کہ اب تو یہ نزلہ زکام اور فلو ہی کی طرح ہے یہ مناسب نہیں۔ مخلوق جو اللہ کی عیال ہے سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس بیماری سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ تب حقوق العباد کا صحیح حق ادا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اپنی امان میں رکھے۔ آمین

(ابوسعید)

سید طفیل احمد شہباز۔ مربی سلسلہ نشر و اشاعت قادیان

کائنات کی تخلیق

بگ بینگ (Big Bang)

فلکی طبیعیات کے ماہرین ابتدائے کائنات کی وضاحت ایک ایسے مظہر کے ذریعے کرتے ہیں جسے وسیع طور پر قبول کیا جاتا ہے اور جس کا جانا پہچانا نام ''بگ بینگ'' یعنی عظیم دھماکا ہے۔ بگ بینگ کے ثبوت میں گزشتہ کئی عشروں کے دوران مشاہدات و تجربات کے ذریعے ماہرین فلکیات و فلکی طبیعیات کی جمع کردہ معلومات موجود ہیں۔ بگ بینگ کے مطابق ابتدا میں یہ ساری کائنات ایک بڑی کمیت کی شکل میں تھی، (جسے Primary nebula بھی کہتے ہے) پھر ایک عظیم دھماکا یعنی بگ بینگ ہوا، جس کا نتیجہ کہکشاؤں کی شکل میں ظاہر ہوا۔ پھر یہ کہکشائیں تقسیم ہو کر ستاروں، سیاروں، سورج، چاند وغیرہ کی صورت میں آئیں۔ کائنات کی ابتدا اس قدر منفرد اور اچھوتی تھی کہ اتفاق سے اس کے وجود میں آنے کا احتمال صفر (کچھ بھی نہیں) تھا۔

قرآن پاک کی درج ذیل آیات میں ابتدائے کائنات کے متعلق بتایا گیا ہے:

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا

(الانبیا:31)

ترجمہ: اور کیا کافر لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جملہ آسمانی کائنات اور زمین (سب) ایک اکائی کی شکل میں جڑے ہوئے تھے پس ہم نے انکو پھاڑ کر جدا کر دیا۔

اس قرآنی آیت اور بگ بینگ کے درمیان حیرت انگیز مماثلت سے انکار ممکن ہی نہیں! یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک کتاب جو آج سے 1400سال پہلے عرب کے ریگستانوں میں ظاہر ہوئی، وہ اپنے اندر ایسی غیر معمولی سائنسی حقیقت لیے ہوئے ہو۔

پھیلتی ہوئی کائنات

1925ء میں امریکی ماہر طبیعیات ایڈون ہبل (Edwin Hubble) نے اس امر کا مشاہداتی ثبوت فراہم کیا کہ تمام کہکشائیں ایک دوسرے سے دور ہٹ رہی ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ یہ بات آج مسلمہ سائنسی حقائق میں شامل ہے۔

Everyday Mysteries ,Fun Science Facts from the Library of Congress

(Daily science of nature 23, April 2020)

ملاحظہ فرمایئے کہ قرآن پاک میں کائنات کی فطرت اور خاصیت کے حوالے سے کیا ارشاد ہوتا ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَیۡنٰہَا بِاَیۡىدٍ وَّاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ ﴿۴۸﴾

(الذاریات:48)

ترجمہ: اور آسمانی کائنات کو ہم نے بڑی قوت کے ذریعہ سے بنایا اور یقیناً ہم (اس کائنات کو وسعت اور پھیلاؤ دیتے جا رہے ہیں عربی لفظ ''موسعون'' کا صحیح ترجمہ ''ہم وسعت اور پھیلاؤ دیتے جا رہے ہیں'' بنتا ہے اور یہ ایک ایسی کائنات کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی وسعتیں مسلسل پھیلتی جا رہی ہوں۔ عصر حاضر کا مشہور ترین فلکی طبیعیات دان اسٹیفن ہاکنگ (Stephen Hawking) اپنی تصنیف اے بریف ہسٹری آف ٹائم باب سوم میں لکھتا ہے کہ

''یہ دریافت کہ کائنات پھیل رہی ہے، بیسویں صدی کے عظیم علمی و فکری انقلابات میں سے ایک ہے۔''

غور فرمائیں کہ قرآن پاک کے کائنات کے پھیلنے کو اس وقت بیان فرما دیا ہے جب انسان نے دوربین تک ایجاد نہیں کی تھی، اس کے باوجود متشکک ذہن رکھنے والے بعض لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن پاک میں فلکیاتی حقائق کا موجود ہونا کوئی حیرت انگیز بات نہیں کیونکہ عرب اس علم میں بہت ماہر تھے۔ فلکیات میں عربوں کی مہارت کی حد تک تو ان کا خیال درست ہے لیکن اس نکتے کا ادراک کرنے میں وہ ناکام ہو چکے ہیں کہ فلکیات میں عربوں کے عروج سے بھی صدیوں پہلے ہی قرآن پاک کا نزول ہو چکا تھا۔

علاوہ ازیں اوپر بیان کردہ بہت سے سائنسی حقائق، مثلاً بگ بینگ سے کائنات کی ابتدا وغیرہ سے تو عرب اس وقت بھی واقف نہیں تھے جب وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے عروج پر تھے لہٰذا قرآن پاک میں بیان کردہ سائنسی حقائق کسی بھی طرح سے فلکیات میں عربوں کی مہارت کا نتیجہ قرار نہیں دیے جاسکتے۔ درحقیقت اس کے برعکس بات سچ ہے، عربوں نے فلکیات میں اس لیے ترقی کی کیونکہ فلکیاتی مباحث کو قرآن پاک میں اہم مقام دیا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب الہام، عقل، علم اور سچائی میں اس موضوع پر فرماتے ہیں کہ

نزول قرآن کے وقت کائنات کی ساخت اور اجرام فلکی کے متحرک یا جامد ہونے کے متعلق انسانی تصور بہت مبہم اور قدیم تھا۔ مگر اب یہ حالت نہیں۔ اب کائنات کے متعلق ہمارا علم کافی ترقی کر چکا ہے اور وسیع ہو چکا ہے۔ تخلیق کائنات کے متعلق بعض نظریات کی تصدیق ہو چکی ہے۔ اب وہ مسلّمہ حقائق کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں جبکہ کچھ اور نظریات پر ابھی تحقیق جاری ہے۔ یہ نظریہ کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے اب سائنسی حلقوں میں ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے۔ سب سے پہلے ایڈون ہبل (Edwin Hubble) نے 1920 کی دہائی میں یہ انکشاف کیا تھا۔ مگر اس سے بھی تیرہ سو سال قبل قرآن کریم درج ذیل آیت میں اس کا ذکر واضح طور پر فرما چکا تھا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَیۡنٰہَا بِاَیۡىدٍ وَّاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ ﴿۴۸﴾

(الذٰریٰت: 51)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو ایک خاص قدرت سے بنایا اور یقیناً ہم وسعت دینے والے ہیں۔

یاد رہے کہ ایسی کائنات کا تصور جو مسلسل پھیلتی چلی جا رہی ہو صرف قرآن کریم میں ہی مذکور ہے۔ کسی اور آسمانی صحیفہ میں اس کا دُور کا اشارہ بھی نہیں ملتا۔ سائنسدانوں کے نزدیک یہ دریافت کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے، خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس سے انہیں کائنات کی تخلیق کو

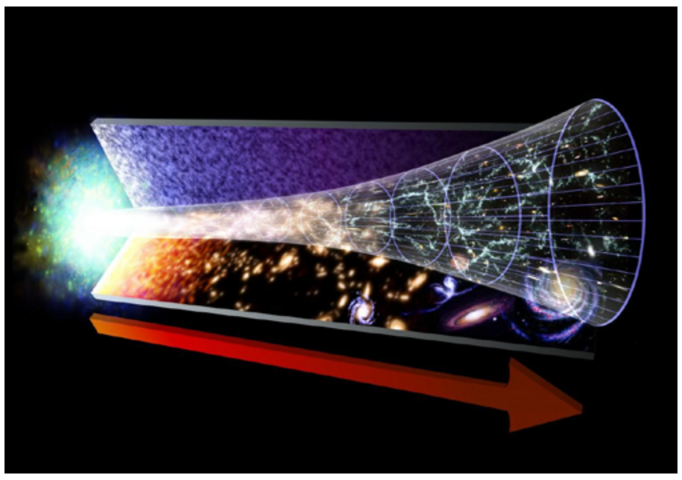

سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ نیز یہ دریافت تخلیق کائنات کی مرحلہ وار اس طرح وضاحت کرتی ہے جو بگ بینگ (Big Bang) کے نظریہ سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔

بلیک ہول کا تصور

قرآن کریم اس سے بھی آگے بڑھ کر کائنات کے آغاز، انجام اور پھر ایک اور آغاز کے مکمل دور کو بیان کرتا ہے۔ قرآن کریم کائنات کی پیدائش کے پہلے کا جو نقشہ پیش کرتا ہے، وہ ہو بہو بگ بینگ کے نظریہ کے مطابق ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں:

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۱﴾

(الانبیاء:21)

ترجمہ: کیا انہوں نے دیکھا نہیں جنہوں نے کفر کیا کہ آسمان اور زمین دونوں مضبوطی سے بند تھے۔ پھر ہم نے ان کو پھاڑ کر الگ کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟ یہاں معنی خیز بات یہ ہے کہ اس آیت میں بالخصوص غیر مسلموں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ شاید اس میں حکمت یہ ہے کہ مذکورہ بالا راز سے پردہ غیر مسلموں نے اٹھانا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح یہ امر قرآن کریم کی صداقت کا ایک زندہ نشان بن کر ان کے سامنے آجائے۔

اس آیت کے دو الفاظ یعنی ''رتقًا'' (بند کیا گیا ہیولہ) اور ''فتقنا'' (ہم نے اسے پھاڑ کر الگ کر دیا) میں بنیادی پیغام پوشیدہ ہے۔ مستند عربی لغات میں ''رتقاً'' کے دو مطالب بیان کئے گئے ہیں اور دونوں ہی اس موضوع سے متعلق ہیں۔ ایک معنی یکجان ہو جانے کے ہیں اور دوسرے معنی کامل تاریکی کے ہیں۔ یہاں یہ دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں اور دونوں کو ملا کر بعینہٖ ایک بلیک ہول کا نقشہ ابھرتا ہے۔

بلیک ہول اس وسیع و عریض مادہ کی منفی شکل ہے جو اپنی ہی کشش ثقل کے دباؤ کے زیر اثر سکڑ کر اپنا مادی وجود کھو بیٹھتا ہے۔ سورج سے تقریباً پندرہ گنا بڑے ستارے جب اپنا دورِ حیات ختم کر چکتے ہیں تو ان سے بلیک ہول کے بننے کا آغاز ہوتا ہے۔ ان ستاروں کی کشش ثقل ان کے وجود کو سکیڑ کر چھوٹی سی جگہ پر سمیٹ لیتی ہے۔ اس کشش ثقل کی شدت کی وجہ سے مادہ مزید سکڑ کر سپرنووا (Supernova) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس مرحلہ پر مادہ کے بنیادی ذرات مثلاً مالیکیول، ایٹم وغیرہ پس کر ایک عجیب

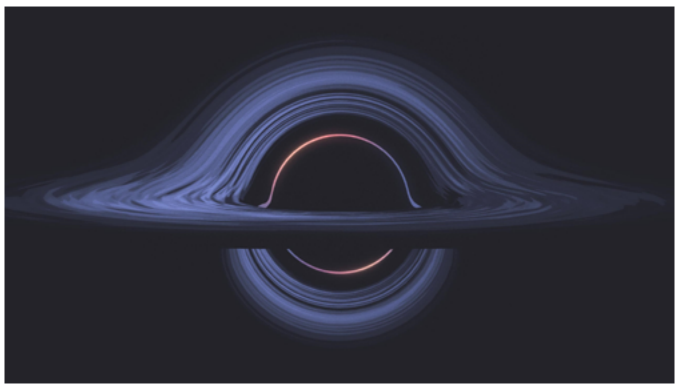

قسم کی توانائی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ زمان و مکان کے اس لمحہ کو ایونٹ ہورائزن (Event Horizon) یا واقعاتی افق کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی اندرونی کشش ثقل اتنی طاقتور ہوتی ہے کہ ہر چیز کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ حتیٰ کہ روشنی بھی اس سے باہر نہیں جا سکتی اور واپس جذب ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں مکمل تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اسے بلیک ہول کہا جاتا ہے۔ ان حقائق سے ذہن خود بخود قرآن کریم میں مذکور لفظ ’’رتقاً‘‘ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ جس کا مطلب مکمل تاریکی ہے اور اس کو اصطلاحاً Singularity کہا جاتا ہے جو Event Horizon یا واقعاتی افق سے بھی آگے کہیں دور واقع ہوتی ہے۔

بلیک ہول ایک بار معرض وجود میں آ جائے تو یہ بڑی تیزی سے پھیلنے لگتا ہے۔ کیونکہ دور دراز کے ستارے اس کی بڑھتی ہوئی کشش ثقل کی وجہ سے اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق ایک بلیک ہول میں موجود مادہ کی مقدار سورج میں موجود مادہ کی مقدار سے دس کروڑ گنا ہو جاتی ہے۔ اس کی کشش ثقل کا میدان وسیع ہوتے ہی خلا سے مزید مادہ اس کی طرف اتنی تیز رفتاری سے کھنچتا چلا جاتا ہے کہ اس کی رفتار روشنی کی رفتار کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ 1997ء میں یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ ہماری کہکشاں میں ایک بلیک ہول میں موجود مادہ کی مقدار سورج میں موجود مادہ کی مقدار سے دو لاکھ گنا زیادہ ہے۔ بعض اعداد و شمار کے مطابق بہت سے بلیک ہول ایسے بھی ہیں جن میں سورج سے تین ارب گنا زیادہ مقدار میں مادہ موجود ہے۔ ان کی کشش ثقل اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ بڑے بڑے ستارے بھی اپنا راستہ چھوڑ کر ان کی طرف کھنچتے چلے جاتے ہیں۔ اور بلیک ہول میں غائب ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ’’رتقاً‘‘ کا عمل مکمل ہو کر Singularity یا اس واحد ہیولہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جو مکمل طور پر بند بھی ہے اور تاریک بھی۔ رہا اس سوال کا جواب کہ یہ کائنات کس طرح پیدا ہوئی تھی۔ تو اس کے متعلق دو تازہ ترین نظریات بگ بینگ کے نظریہ کی ہی تائید کرتے ہیں۔ ان نظریات کے مطابق یہ کائنات ایک ایسی Singularity یا وحدت سے جاری ہوئی جس میں مقیّد مادہ اچانک ایک زبردست دھماکہ سے پھٹ کر بکھرنا شروع ہو گیا اور اس طریق پر Event Horizon یا واقعاتی افق کے ذریعہ ایک نئی کائنات کا آغاز ہوا۔ جس مرحلہ پر بلیک ہول کی حد سے روشنی پھوٹنا شروع ہوئی اسے وائٹ ہول (White Hole) کہا جاتا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک نظریہ کے مطابق یہ کائنات ہمیشہ پھیلتی چلی جائے گی جبکہ دوسرے نظریہ کے مطابق ایک مرحلہ پر پہنچ کر کائنات کا پھیلاؤ رک جائے گا اور کشش ثقل اسے اندر کی طرف کھینچنا شروع کر دے گی۔ آخر کار تمام مادہ واپس کھینچ لیا جائے گا اور غالباً ایک اور عظیم الشان ’’بلیک ہول‘‘ جنم لے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم موخر الذکر نظریہ کی تائید کرتا ہے۔

کائنات کی تخلیق اوّل کے ضمن میں قرآن کریم بڑی وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ اس کائنات کا خاتمہ ایک اور بلیک ہول کی صورت میں ہو گا۔ اس طرح کائنات کی ابتدا اور اس کا اختتام ایک ہی طرز پر ہو گا اور یوں کائنات کا دائرہ مکمل ہو جائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم اعلان کرتا ہے۔

یَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ

(الانبیاء:105)

ترجمہ: جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے دفتر تحریروں کو لپیٹتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ کائنات ابدی نہیں ہے۔ نیز ایک وقت یہ عالم بھی کھاتوں کی طرح لپیٹ دیا جائے گا۔ سائنسدان بلیک ہول کا جو نقشہ کھینچتے ہیں وہ اسی آیت کے بیان کردہ نقشہ سے گہری مماثلت رکھتا ہے۔

جوں جوں خلا سے مادہ بلیک ہول میں گرتا ہے توں توں کشش ثقل اور الیکٹرومگنیٹک (Electromagnetic) قوت کی شدت کی وجہ سے دباؤ کے تحت ایک چادر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ چونکہ بلیک ہول کا مرکز اپنے محور کے گرد گھومتا رہتا ہے اس لئے یہ تمام مادہ کوئی نامعلوم صورت اختیار کرنے سے پہلے اس کے گرد لپیٹا جاتا ہے۔

اسی آیت کریمہ میں آگے چل کر بیان کیا گیا ہے:

کَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِیۡدُہٗ ؕ وَعۡدًا عَلَیۡنَا ؕ اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾

(الانبیاء:105)

ترجمہ: جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کا آغاز کیا تھا اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ وعدہ ہم پر فرض ہے۔ یقیناً ہم یہ کر گزرنے والے ہیں۔

اس آیت میں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ جب کائنات ایک بلیک ہول میں گم ہو جائے گی تو اس کے بعد ایک نیا آغاز ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کائنات کی از سر نو تخلیق کرے گا جیسا کہ اس نے پہلے کیا تھا۔ بلیک ہول میں گم کائنات ایک بار پھر اندھیرے سے باہر آ جائے گی۔ اور تخلیق کا یہ عمل ایک بار پھر شروع ہو جائے گا۔ قرآن کریم کے مطابق کائنات کے سکڑنے اور پھیلنے کا عمل ایک جاری عمل ہے......

قرآن کریم یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ تمام اجرام فلکی مسلسل حرکت میں ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی ساکن نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۴﴾

(الانبیاء:21)

ترجمہ: سب (اپنے اپنے) مدار میں رواں دواں ہیں۔

یہ ہمہ جہت اعلان تمام کائنات کا احاطہ کرتا ہے اور ہمارا نظام شمسی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ مزید برآں قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام اجرام فلکی بیضوی مداروں میں گردش کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ یہ تمام اجرام اپنی فنا کے مقررہ وقت کی طرف رواں دواں ہیں۔ مندرجہ ذیل آیات ان موضوعات پر روشنی ڈال رہی ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَہَا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّکُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾

(الرعد:3)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے بلند کیا جنہیں تم دیکھ سکو۔ پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا اور سورج اور چاند کو خدمت پر مامور کیا۔ ہر چیز ایک معین مدت تک کیلئے حرکت میں ہے۔ وہ ہر معاملہ کو تدبیر سے کرتا ہے (اور) اپنے نشانات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم اپنے رب سے ملاقات کا یقین کرو۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَیُوۡلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ۫ کُلٌّ یَّجۡرِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۳۰﴾

(لقمان:30)

ترجمہ: کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا

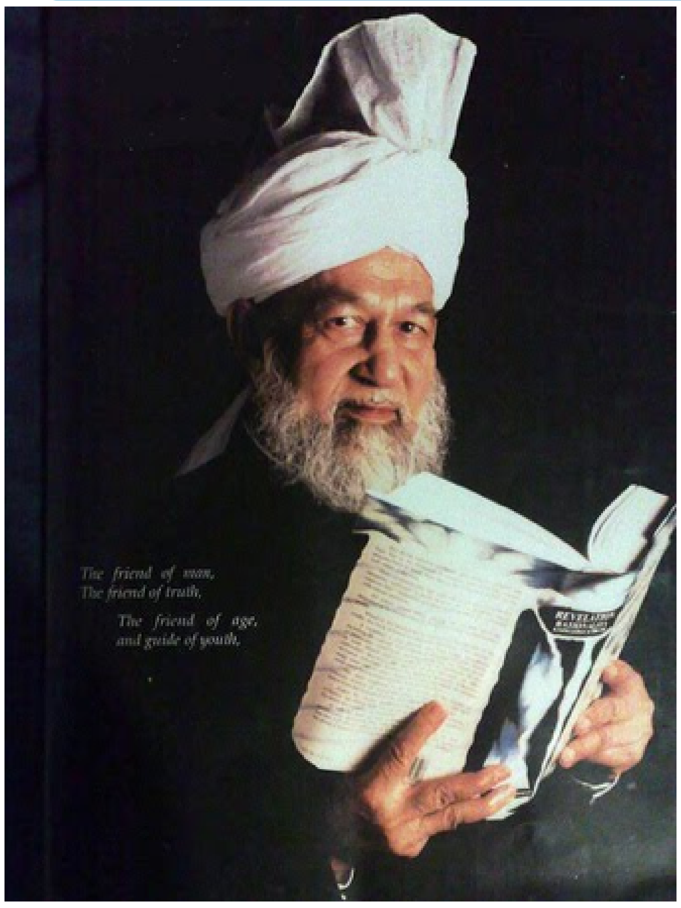

ہے۔ ہر ایک اپنی مقررہ مدت کی طرف رواں دواں ہے اور (یاد رکھو کہ) اللہ اس سے جو کچھ تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَیُوۡلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیۡلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ۫ۖ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَہُ الۡمُلۡکُ ؕ وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مَا یَمۡلِکُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِیۡرٍ ﴿۱۴﴾

(فاطر:14)

ترجمہ: وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے۔ ہر ایک اپنے مقررہ وقت کی طرف چل رہا ہے۔ یہ ہے اللہ، تمہارا رب۔ اسی کی بادشاہت ہے اور جن لوگوں کو تم اسکے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیۡلَ عَلَی النَّہَارِ وَیُکَوِّرُ النَّہَارَ عَلَی الَّیۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اَلَا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفَّارُ ﴿۶﴾

(الزمر:6)

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ دن پر رات کا خول چڑھا دیتا ہے اور رات پر دن کا خول چڑھا دیتا ہے۔ اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ ہر ایک اپنی مقررہ میعاد کی طرف متحرک ہے۔ خبردار! وہی کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

اب ہم سورج کی حرکت کے بارہ میں قرآن کریم کے ایک اور حیرت انگیز انکشاف کا ذکر کرتے ہیں جس کا ذکر کسی اور الہامی کتاب میں نہیں ملتا۔ چنانچہ قرآن کریم یہ اعلان کرتا ہے:

وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۳۹﴾

(یٰس:39)

ترجمہ: اور سورج (ہمیشہ) اپنی مقررہ منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ کامل غلبہ والے (اور) صاحب علم کی (جاری کردہ) تقدیر ہے۔

اس آیت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ خلا میں ایک ایسا مقام ہے جو بالآخر سورج کی آخری قرار گاہ بنے گا۔ اگرچہ اس آیت میں صرف سورج کا ذکر ہے لیکن بعد کی آیات میں تمام کائنات کو سورج کی اس حرکت کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے:

وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿ؕ۳۹﴾
وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ ﴿۴۰﴾ لَا الشَّمۡسُ

يَنۡۢبَغِيۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ﴿٤١﴾ (یٰسٓ:39-41)

ترجمہ:اور سورج (ہمیشہ) اپنی مقررہ منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ کامل غلبہ والے (اور) صاحب علم کی (جاری کردہ) تقدیر ہے اور چاند کے لئے بھی ہم نے منازل مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔سورج کی دسترس میں نہیں کہ چاند کو پکڑ سکے اور نہ ہی رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے۔

اگر صرف سورج ہی ایک معین سمت میں سفر کر رہا ہے تو اگلی آیت میں یہ بیان نہ ہوتا کہ سورج اور چاند کا باہمی فاصلہ ہمیشہ برقرار رہتا ہے اور وہ کبھی بھی نہ تو ایک دوسرے کے قریب آئیں گے اور نہ ہی دور جائیں گے۔ یہ ایک ایسی تقدیر ہے جس میں ان کے مقررہ وقت تک کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سورج اور چاند ایک ہی سمت میں سفر کر رہے ہیں۔

یہ حرکت صرف، سورج اور چاند تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کے مطابق تمام اجرام فلکی نہایت خاموشی سے محوسفر ہیں۔ نیز بہت سی آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ تمام آپس میں دکھائی نہ دینے والے رشتوں میں وابستہ ہیں۔ چنانچہ اگر ان میں سے کوئی اپنا بیضوی مدار چھوڑتا ہے تو باقی بھی باہمی توازن برقرار رکھنے کے لئے اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِيۡ خَلَقَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ﴿٣٤﴾ (الانبیاء:34)

ترجمہ:اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔سب (اپنے اپنے) مدار میں رواں دواں ہیں۔

لَا الشَّمۡسُ يَنۡۢبَغِيۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ﴿٤١﴾

(یٰسٓ:41)

ترجمہ:سورج کی دسترس میں نہیں کہ چاند کو پکڑ سکے اور نہ ہی رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور سب کے سب (اپنے اپنے) مدار پر رواں دواں ہیں۔

قرآن کریم کا یہ منفرد اسلوب زمین کی اپنے محور کے گرد گردش کے بارہ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

اُس زمانہ کے عامة الناس ان آیات میں مضمر پیغام کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے تھے اور یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے تھے کہ پہاڑوں کی حرکت زمین کی حرکت سے وابستہ ہے نیز یہ کہ اگر سورج خلا میں ایک مخصوص مقام کی طرف سفر کر رہا ہے تو تمام کائنات بھی اسی طرح حرکت پذیر ہے۔ یہ نظریہ کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے اس دور کے سائنسدانوں کے تصور میں بھی نہیں آیا تھا لیکن قرآن کریم کے گہرے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ساری کائنات خلا میں ایک خاص سمت میں سفر کر رہی ہے۔ اگر یہ تجزیہ درست ہے تو تمام کی تمام 180ارب یا اس سے بھی زیادہ کہکشائیں جن میں ہمارے نظام شمسی کی حیثیت ایک چھوٹے سے نقطہ کی ہے سورج کی طرح ایک معین سمت میں سفر کر رہی ہیں۔

(الہام عقل، علم اور سچائی صفحہ 261-271)

اسی طرح کائنات کے بارے میں فرمایا کہ

کائنات کے متعلق آپ کا جو بھی نظریہ ہو ایک بات تو بہرحال طے ہے کہ یہ ابدی نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (البقرہ:11)

ترجمہ:وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا آغاز کرنے والا ہے۔

اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔

كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ ﴿٢٧﴾ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ ﴿٢٨﴾

(الرحمٰن:27-28)

ترجمہ:ہر چیز جو اس پر ہے فانی ہے مگر تیرے رب کا جاہ وحشم باقی رہے گا جو صاحبِ جلال و اکرام ہے۔

عنطراپی کے عمل اور وجود کائنات کے معمہ کے حل کی صرف ایک ہی صورت ہے اور یہ وہ حل ہے جسے قرآن کریم نے چودہ سو سال قبل پیش فرما دیا تھا۔ یہ ایک ایسی کائنات نہیں جس کے تخلیقی عمل میں گزشتہ بچا ہوا مادہ استعمال کرنا پڑے۔ بلکہ خالق کائنات اس کائنات کو ہر بار ازسرنو تخلیق کرتا ہے اور جب ایک کائنات اپنی تخلیق کا مقصد پورا کر لیتی ہے تو خدا تعالیٰ اسے ختم کر دیتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے یہ اعلان اس وقت فرمایا جب دنیا میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ ایسے اعلانات ہی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کس طرح امور غیب کے اسرار ایک تسلسل کے ساتھ شہود میں بدلتے چلے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ اسرار ایک ہزار سال سے بھی زائد عرصہ تک پوشیدہ رہے اور ان کی کنہ تک نہیں پہنچا جا سکا۔ لیکن تحقیق و جستجو کے اس جدید دور میں یوں کھل کر سامنے آ گئے جیسے ان کا ہمیشہ سے اس دور سے ہی تعلق رہا ہو۔

ایک اور امر بھی قابل ذکر ہے کہ گزشتہ چند صدیوں میں سائنس کی عظیم الشان ترقیات کے باوجود اس صدی کے آغاز تک سائنسدان اس بات کے قائل تھے کہ ایٹم کو توڑا نہیں جا سکتا۔ کچھ عرصہ تک تو وہ اسی نظریہ پر قائم رہے لیکن بالآخر وہ ایٹم کو توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایٹم بم سے دنیا میں ہونے والی تباہی کے ساتھ ہی ایٹم کے غیر فانی ہونے کا نظریہ بھی دم توڑ گیا۔ بعد ازاں پروٹان کے متعلق بھی یہی نظریہ پیش کیا گیا کہ اسے توڑنا محض حسابی امکان ہے، عملاً ایسا نہیں ہو سکتا۔ بہت زیادہ اخراجات سے تیار کی گئی گہری، زمین دوز تجرباتی سرنگوں کے ذریعہ اب تھوڑے تھوڑے کمزور سے شواہد ملنا شروع ہوئے ہیں کہ پروٹان کو توڑنا بھی ممکن ہے اور اسکی ممکنہ توڑ پھوڑ کے مشاہدہ کیلئے بہت وسیع اور مہنگے تجربات کئے جا رہے ہیں تا کہ ثابت کیا جا سکے کہ پروٹان کو توڑا جا سکتا ہے۔ اور اس کی عمر کا اندازہ لگانے کیلئے سائنسدانوں کو اب محض تھوڑا سا وقت درکار ہے۔

پروٹان کی توڑ پھوڑ کیسے اور کس شکل میں ہوتی ہے اور کیا اس کے بعد اسی مادہ سے دوبارہ پروٹان بن سکتا ہے یا نہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب سائنسدانوں کی آئندہ آنے والی نسلیں دے سکیں گی۔ بہرحال گزشتہ نظریات کے برعکس اب یہ طے ہے کہ پروٹان ہمیشہ باقی نہیں رہتے۔

قرآن کریم اس کے متعلق چودہ سو سال پہلے ہی واضح فیصلہ دے چکا ہے۔ ہر اس چیز کیلئے جو پیدا کی گئی ہے ایک مدت مقرر ہے اور ایک دن وہ لازماً ختم ہو جائے گی صرف خدا تعالیٰ ہی عدم سے وجود میں لاتا ہے اور جب چاہتا ہے معدوم کر دیتا ہے۔

قرآن کریم کا ایک دلکش انداز یہ ہے کہ وہ ایسی ایسی اصطلاحیں اور محاورے استعمال کرتا ہے جو بہت بعد میں کہیں جا کر انسانوں نے اختیار کیں۔ اس جدید دور میں ہر شخص اس سائنسی طریق سے واقف ہے جس کے مطابق اکثر اشیاء پر درج ہوتا ہے کہ یہ چیز کب تیار کی گئی اور کب تک قابل استعمال رہے گی۔مثلاً جب پل بنائے جاتے ہیں تو ان کے افتتاح سے بھی پہلے انجینئر ان کی عمر کی تعیین کر کے ان کے ستونوں پر اسے کندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح موٹر گاڑیوں، ریلوے انجنوں، ریل کی پٹریوں، سڑکوں اور متعلقہ ساز و سامان کیلئے بھی یہی طریق اختیار کیا جاتا ہے درحقیقت انسان کے استعمال میں آنے والی ہر چیز کیلئے ایک عمر مقرر ہے۔جس کی تعیین سائنسی بنیادوں پر کی جا سکتی ہے۔ آج کل تو ڈبوں اور بوتلوں میں بکنے والی خوردنی اشیا پر بھی لکھا ہوتا ہے کہ فلاں چیز فلاں تاریخ تک قابل استعمال ہے۔

پس خالق کائنات کی اپنی مخلوق کے بارہ میں باریک تفاصیل سے آگاہی کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔قرآن کریم کا اسلوب اور اصطلاحات بالکل جدید معلوم ہوتی ہیں۔مختصراً کائنات کے محدود ہونے کے متعلق یہ قرآنی اصول کہ، ہر چیز کو فنا ہے اور بالآخر وہ ختم ہو جائے گی، کبھی بھی باطل قرار نہیں دیا جا سکتا۔تخلیق کے عظیم الشان منصوبے کی کتاب میں ہر چیز کا آغاز اور انجام پہلے سے درج کیا جا چکا ہے۔

يَوۡمَ نَطۡوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗ ؕ وَعۡدًا عَلَيۡنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيۡنَ ﴿١٠٥﴾

(الانبیاء:105)

ترجمہ:جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے دفتر تحریروں کو لپیٹتے ہیں جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کا آغاز کیا تھا اُس کا اعادہ کریں گے۔ یہ وعدہ ہم پر فرض ہے۔ یقیناً ہم یہ کر گزرنے والے ہیں۔

اب ہم ذیل میں اپنے مذکورہ بالا موقف کی تائید میں بعض ممتاز سائنسدانوں کے حوالے پیش کرتے ہیں۔

پال ڈیویز(Paul Davies)جو ایڈلیڈ(Adelaide) یونیورسٹی میں نیچرل فلاسفی کے پروفیسر ہیں اور ٹمپلٹن(Templeton) جیسا اعلیٰ اعزاز حاصل کر چکے ہیں یوں رقم طراز ہیں:

’’انیسویں صدی کے وسط میں سائنسدانوں کو ان مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت تک ماہرین طبیعیات کا مطالعہ ایسے قوانین تک محدود تھا جو حاضر وقت سے مطابقت رکھتے تھے۔ اور جو وقت کے اعتبار سے ماضی اور مستقبل میں چنداں فرق کے روادار نہیں تھے۔ پھر حرارت اور انتقال حرارت کی دریافت سے صورت حال ہمیشہ کیلئے تبدیل ہوگئی۔حرارت کی سائنس میں سب سے اہم اور مرکزی نقطہ دوسرا قانون حرارت ہے۔جس کے مطابق حرارت ٹھنڈک سے گرمی کی بجائے گرمی سے ٹھنڈک کی طرف سفر کرتی ہے۔ اس قانون کو الٹایا نہیں جا سکتا۔ یہ قانون کائنات میں وقت کی سمت معین کرنے والے ایک ایسے اشارے کا کام دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تبدیلیاں ایک ہی سمت میں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ سائنسدانوں نے بہت جلد یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ کائنات مسلسل ایک ایسے مقام کی طرف بڑھ رہی ہے جہاں پہنچ کر درجہ حرارت برابر ہو جائے گا۔ اور کائنات ایک ایسی حالت پر آ کر ٹھہر جائے گی جہاں حرارت سرے سے مفقود ہو گی۔ اس انتہائی حالت کو، جس میں مالیکیول بے ترتیب ہو جائیں گے، عنطراپی کہا جاتا ہے۔ اس حقیقت سے کہ کائنات ابھی تک فنا نہیں ہوئی یعنی عنطراپی کی آخری حد نہیں آئی، یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کائنات ازلی نہیں ہے۔‘‘

DAVIES,P.(1992)The Mind of God:Science and The Search for the Ultimate Meaning.Penguin Books Ltd England,p.47

(الہام عقل، علم اور سچائی صفحہ 278-281)

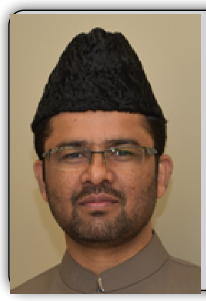

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

حضرت خواجہ غلام نبی رضی اللہ عنہ۔ چکوال / ڈیرہ دون

حضرت خواجہ غلام نبی رضی اللہ عنہ ولد میاں احمد دین صاحب اصل میں چکوال کے رہنے والے تھے۔ آپ اندازاً 1889ء میں پیدا ہوئے اور 1907ء میں قادیان حاضر ہو کر حضرت اقدس علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کا شرف پایا۔ اخبار بدر 10/اکتوبر 1907ء صفحہ 3 پر سلسلہ حقہ کے نئے ممبر کے تحت آپ کا نام ''میاں غلام نبی صاحب چکوال'' بھی درج ہے۔ آپ کا تعلق ایک تجارتی گھرانے سے تھا چنانچہ بعد ازاں تجارت کے سلسلے میں ڈیرہ دون (اتر پردیش۔ انڈیا) چلے گئے اور وہیں زندگی بسر کی۔ آپ سے پہلے آپ کے بھائی حضرت خواجہ محمد امین صاحبؓ (ان کی وفات کا اعلان اخبار الفضل میں یوں درج ہے: ''میرے والد خواجہ محمد امین صاحب چکوال 16/دسمبر کو وفات پا گئے ہیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم نہایت متقی اور باخدا انسان تھے.....خواجہ محمد شفیع از بمبئی''۔ الفضل 26/دسمبر 1940ء صفحہ 2) احمدیت سے وابستہ ہو چکے تھے جس کی وجہ سے آپ کو احمدیت کے متعلق تحقیق میں بڑی مدد ملی۔ آپ اپنی روایات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پہلی دفعہ خاکسار غالباً ماہ اگست 1907ء میں قادیان شریف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور تحقیق حق کے لئے آیا تھا۔ دو دن دارالامان رہنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ ان دنوں حضور کھڑکی میں سے مسجد مبارک میں تشریف لایا کرتے تھے۔ ان دنوں حضور علیہ السلام مسجد مبارک کے اس حصہ میں نماز پڑھا کرتے تھے جو مسجد مبارک میں بجانب مغرب ایک چھوٹے سے کمرہ کی شکل میں بنا ہوا تھا۔ دوسری دفعہ جب میں قادیان شریف آیا تو مسجد مبارک کی توسیع ہو چکی تھی۔ مؤرخہ 30 ستمبر 1907ء کو خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بعد نماز ظہر بیعت کی تھی۔ حضور علیہ السلام کے سر مبارک کے بال بہت باریک تھے اور شانوں کے قریب تک لمبے تھے اور حنا کی وجہ سے سرخ تھے۔ جب میں نے حضور علیہ السلام کے سر مبارک کے بالوں کی طرف دیکھا تو مجھے یہ گمان ہوا کہ حضور ابھی غسل فرما کر تشریف لائے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام کے سر مبارک کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں حالانکہ در اصل ایسا نہ تھا مجھے ایسا معلوم ہوا۔ بغور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یونہی بال چمک رہے ہیں۔ حضور کی خدمت شریف میں مولویوں کی مخالفت کا ذکر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مولویوں نے ہمارا بہت کام کیا ہے غالباً فرمایا کہ اگر ہم لاکھوں روپیہ بھی خرچ کرتے تو بھی اتنی تبلیغ نہ ہوتی جتنی کہ مولویوں نے ہماری مخالفت کر کے ہمارا کام مفت میں کیا ہے۔ فرمایا ایک مولوی ایسے گاؤں میں جا کر جہاں کے لوگ ہمارا نام تک بھی نہیں جانتے ہماری مخالفت میں وعظ کرتا ہے اور ہمارے دعویٰ کا ذکر کرتا ہے۔ اس مجلس میں سے ہمارا ذکر سن کر ایک دو آدمی تحقیقات کرنی شروع کر دیتے ہیں اور کچھ دنوں کے بعد وہ احمدی ہو جاتے ہیں۔ دوسری دفعہ وہی مولوی صاحب جب اس گاؤں میں آتا ہے تو وہ سنتا ہے کہ یہاں میرے گذشتہ سال کے مخالفانہ وعظ کے بعد ایک دو شخص احمدی ہو گئے ہیں۔ اس طرح وہاں آہستہ آہستہ جماعت بن جاتی ہے .....''

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 1 صفحہ 61،62)

آپ کی بیعت شادی میں رکاوٹ کا باعث اور مخالفت کا طوفان کھڑا کرنے کا سبب بنی لیکن آپ نے بڑی استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا بالآخر آپ کی اہلیہ نے اغلباً 1910ء میں قادیان حاضر ہو کر بیعت کر لی۔ جیسا کہ ذکر ہوا آپ تجارت کے سلسلے میں ڈیرہ دون سکونت پذیر ہو گئے تھے اور پھر ساری زندگی وہیں گزاری۔ آپ تہجد و نوافل کی پابندی، خلافت سے وابستگی، نظام سلسلہ کی اطاعت، جوش تبلیغ، حسن سلوک، مہمان نوازی، مبلغین سلسلہ کی عزت و محبت، شکر گذاری، توکل علی اللہ، صبر و تحمل اور ایثار وغیرہ جیسی خوبیوں کے حامل تھے۔ ایک مرتبہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں حاضر تھے، اس حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے اخبار الفضل لکھتا ہے:

''شیخ غلام نبی صاحب سوداگر سامان موٹر کار ڈیرہ دون سے تبلیغ کے متعلق حضور نے دریافت فرمایا۔ شیخ صاحب نے عرض کیا کہ اس وقت تک وہاں جلسہ وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا، یوں تبلیغ ہوتی ہی رہتی ہے۔ اس پر فرمایا جلسوں سے لوگ احمدی نہیں ہوا کرتے نہ اس قدر لوگ جلسوں میں احمدی ہوئے ہیں، احمدی ہونے والے تو یوں تلاش کیے جائیں پھر ان کو تبلیغ کی جائے وہ احمدی ہو جائیں گے۔''

(الفضل 24/اکتوبر 1921ء صفحہ 2)

آپ نے 18/دسمبر 1942ء کو وفات پائی اور بوجہ موصی (وصیت نمبر 1904) ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ آپ کے متعلق آپ کے بیٹے مکرم خواجہ مبارک احمد صاحب کا ایک مضمون اخبار الفضل 4/اکتوبر 1951ء میں موجود ہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ بھی نہایت مخلص اور نیک خاتون تھیں، انہوں نے 18/اپریل 1958ء کو لاہور میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئیں۔ (الفضل 25/اپریل 1958ء صفحہ 6) ان کے متعلق بھی ایک مضمون الفضل 16/مئی 1958ء صفحہ 4،5 پر شائع شدہ ہے۔ آپ کی اولاد میں سے خواجہ مبارک احمد صاحب، خواجہ عبدالمجید صاحب کراچی (وفات: 31/مارچ 1992ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ)، خواجہ عبدالحمید صاحب، غلام فاطمہ صاحبہ، مبارکہ بیگم صاحبہ (الفضل 2/جنوری 1943ء پر کوکب ایوانی صاحب کے ساتھ نکاح کا اعلان ہے) اور امۃ الحفیظ صاحبہ کا علم ہوا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ۔

ایڈیٹر کے نام خطوط

مکرمہ صادقہ چوہدری۔ کینیڈا سے لکھتی ہیں۔

مورخہ 29 جولائی کے شمارے میں ''محرم الحرام اور چند دعائیں'' پڑھا۔ بہت سی دعائیں اور بہت سی باتیں جو اپنی اصلاح اور بقا کے لئے بنیادی حیثیت وحقیقت رکھتی ہیں وہ لاکھوں کروڑوں غفلت زدہ انسانوں تک پہنچانے کے لئے بہت جزاک اللہ تعالیٰ۔

مکرمہ امۃ القیوم صبا خواجہ۔ جرمنی سے لکھتی ہیں۔

مورخہ 28 جولائی کے شمارے میں مضمون ''پاک ہونے کا ایک طریق'' جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ کو پڑھا تو ایمان اور پختہ ارادے گویا نئے سرے سے تازہ ہوئے۔ الحمدللہ۔ روزانہ پیاری الفضل جب پڑھنا شروع کریں تو دل نہیں چاہتا کہ ختم ہو۔ ماشاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ تمام الفضل کی ٹیم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

محمد انیس دیالگڑھی۔ جرمنی

جرمنی کے پہلے مبلغ
مکرم مولانا مبارک علی بنگالی کی خدمات پر ایک طائرانہ نظر

(جرمنی میں پہلے مبلغ احمدیت کی آمد پر سو سال مکمل ہونے پر قارئین الفضل کی خدمت میں ہدیہ تبریک)

دورِ اوّلین کے مبلغین اسلام کی طرح دور آخرین کے مبلغین احمدیت بھی ہر ملک و دیار میں پہنچے اور قربانی و ایثار کی نئی داستانیں رقم کرتے ہوئے ہر جگہ اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ انہی میں سے ایک خدمتِ دین کے جذبہ سے سرشار جرمنی تشریف لانے والے پہلے مبلغ سلسلہ مکرم مولوی مبارک علی خان بنگالی تھے۔ جنہوں نے ستمبر 1922ء برلن پہنچتے ہی اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ آپ نے ایک گھر کرائے پر حاصل کر کے اسے جماعت کا مرکز بنایا۔ جرمن سوسائٹی میں تعلقات پیدا کئے۔ یہاں پہلے سے رہائش پذیر مسلمانوں سے تعارف حاصل کر کے ان کی قائم کردہ تنظیموں سے منسلک ہوئے۔ آپ کی تمام تر کاوشوں کا مرکز مسجد کی تعمیر تھا جس کے لئے آپ روزِ اوّل سے ہی سرگرمِ عمل تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی ان کوششوں کی تفصیل یوں بیان فرمائی:

’’تمام بھائیوں اور بہنوں کو علم ہوگا کہ ہمارے عزیز بھائی ماسٹر مبارک علی صاحب بی اے بی ٹی جو ساڑھے چار سو روپیہ ماہوار کی معقول ملازمت چھوڑ کر تبلیغ اسلام کے لیے لندن گئے ہوئے تھے، وہ آج کل جرمن کے پایۂ تخت برلن میں ہیں۔ ان کے جرمن جانے کی یہ وجہ ہوئی کہ مجھے مدت سے خیال تھا کہ اس جنگ کے بعد جو قومیں مغلوب ہوں گی، وہ ایسی حالت کو پہنچ جائیں گی کہ ان کو آرام و راحت کا ذریعہ سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے اَور کچھ نظر نہ آئے گا اور ان میں تبلیغ کرنے کے لیے یہ بہترین وقت ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ اس کے بعد جنگ کے اثرات کے ماتحت روس میں ایسے تغیرات پیدا ہوگئے کہ اس کا تعلق بقیہ دنیا سے کٹ گیا اور جرمن کے ساتھ اس کے تعلقات مضبوط ہوگئے۔ اس سے میں نے خیال کیا کہ علاوہ اس کے کہ جرمنی اب اسلام کی تعلیم کو سننے کے لیے باقی یورپین قوموں سے زیادہ تیار ہے، اس ملک میں تبلیغ کا مرکز بنانے سے روس میں تبلیغ کا رستہ بھی کھل جائے گا جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی زبردست پیشگوئیاں ہیں۔ پس ان خیالات سے متأثر ہوکر اور ضرورت وقت کو محسوس کر کے میں نے ماسٹر مبارک علی صاحب کو جرمن بھیجا تاکہ وہ وہاں کے حالات پر پورے طور پر غور کر کے رپورٹ کریں۔ ان کی رپورٹیں نہایت امید افزا ثابت ہوئی ہیں بلکہ ان کو تو اس ملک میں کامیابی کا اس قدر یقین ہوگیا کہ وہ متواتر مجھے لکھ رہے ہیں کہ وہاں ایک مسجد اور مکان بنوایا جائے‘‘

(الفضل قادیان 15 فروری 1923ء)

جرمنی میں جماعت کا پہلا مرکز

حضرت مولوی مبارک علی صاحبؓ نے ستمبر 1922ء میں لندن سے برلن پہنچنے کے فوراً بعد سب سے پہلے جو کمرا کرایہ پر حاصل کیا اس کا ایڈریس حسبِ ذیل تھا۔

(Jonker. The dynamics of adaptive globalisation in entangled Religions 1 2014,P.132

Dahlmannstrasse 9

حضرت مولوی صاحب کی رہائش والی یہ سڑک برلن کے ایک نئے اور عالی سطح پر معروف محلہ Charlottenburg میں واقع تھی۔ دنیا بھر کے سیاح اس علاقہ کو دیکھنے آیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے اس محلے کو برلن میں ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب کو ابتداء سے ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ میں تبلیغی مواقع کثرت سے ملے۔ بعد میں مولوی صاحب نے ایک دوسرے محلّہ میں کرائے پر مکان حاصل کر کے اسے اپنا مرکز بنایا جس کا ایڈریس حسب ذیل تھا:

Kleiststrasse 29, Berlin W62

اس مکان میں مولوی مبارک علی صاحب 1924ء کے آخر تک رہے۔

(ڈائری مولوی مبارک علی صاحب، 1923ء صفحہ 36)

مسلمانوں کی ایک مقامی تنظیم میں شمولیت

حضرت مولوی مبارک علی صاحبؓ کی برلن میں ابتدائی سرگرمیوں کا اہم پہلو مقامی حلقوں میں اپنے تعلقات بنانے کی کوشش تھا۔ چنانچہ آپ برلن میں مقیم مسلمانوں سے رابطے کرنے میں بہت جلد کامیاب ہوگئے اور محض چند ہفتوں میں ہی 4 نومبر 1922ء کو آپ برلن میں قائم مسلمانوں کی تنظیم Islamische Gemeinde zu Berlin e.v کے باقاعدہ ممبر بن گئے۔ اس کے بانی دراصل عبدالجبار اور عبدالستار خیری نامی دو ہندوستانی بھائی تھے۔ اُس زمانہ میں ایک بڑی تعداد میں انگلستان مخالف مصری بھی برلن میں مقیم تھے جن کی اپنی تنظیم بھی

Ägyptisch National Redikale Gruppe

کے نام سے قائم تھی جس کا صدر ایک مصری ڈاکٹر منصور رفعت نامی شخص تھا۔ منصور رفعت کا تعلق بھی خیری برادران کی قائم کردہ تنظیم سے تھا۔ اوّل الذکر تنظیم کے بانی مذکورہ بالا خیری برادران اور منصور رفعت نے بعد میں جماعت کی مخالفت میں ایک اہم رول ادا کیا اور جماعت کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا قرار دے کر غالباً جرمن حکومت کے منظورِ نظر بننے کی کوشش کی۔ حضرت مولوی مبارک علی صاحبؓ کا اس تنظیم میں شامل ہونے کا مقصد محض تبلیغ کی خاطر مقامی حلقوں میں روابط اُستوار کرنا تھا۔ آخری مرتبہ اس تنظیم کے اجلاس منعقدہ جولائی 1923ء میں آپ نے شرکت کی۔

(Jonker. The dynamics of adaptive globalisation in entangled Religions 1 2014,P.132)

عمومی روابط کے علاوہ جن معروف شخصیات سے مولوی صاحب کے قریبی روابط کا مختلف ذرائع سے علم ہوتا ہے، ان میں Prof. Ruska، Prof. Georg Kampffmeyer، Nufti Bey, Dr. Schoemls، امام حافظ شکری بے، ضیاء بے، پروفیسر فریزنی، امام ادریس شامل ہیں۔

انہی وسیع تر تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے مسجد خدیجہ برلن کے افتتاح کے موقع پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

’’بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ 05 اگست 1923ء کو مسجد برلن کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ جس میں جرمنی کے وزیر داخلہ اور وزیر برائے رفاہ عامہ، ترکی اور افغانستان کے سفراء، متعدد اخبار نویس اور بعض دیگر معززین شامل تھے اور مہمانوں کی تعداد 400 تھی اور احمدی اس زمانے میں صرف چار تھے۔ یہ اُس وقت حال تھا لیکن اتنے وسیع تعلقات تھے۔ یہ تھی اُس وقت کے مبلّغین کی کوشش کہ اتنے وسیع تعلقات تھے اور یہ سب بڑی بڑی شخصیات اُس وقت مسجد کی بنیاد کے لئے تشریف لائیں اور بہرحال مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا‘‘

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ 422 خطبہ جمعہ 17/ اکتوبر 2008ء)

تعمیر مسجد کا منصوبہ

حضرت مولوی مبارک علی صاحبؓ کے جرمنی آنے کا سب سے بڑا مقصد اور مشن مسجد کی تعمیر تھی۔ چنانچہ آپ نے ابتداء سے ہی اس پر بڑے جوش وجذبہ سے کام کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس مساعی میں برکت بھی ڈالی اور محض تین ماہ کی قلیل مدت میں کامیابی حاصل کر لی۔ آپ کی ان کامیاب کوششوں کے بارہ میں الفضل قادیان میں ناظر صاحب بیت المال کی طرف سے 20/ نومبر 1922ء کے الفضل کے شمارہ میں صفحہ اول پر درج ذیل اعلان شائع ہوا:

’’جرمنی میں مسجد احمدیہ

بہت عرصہ سے جرمنی میں مسجد احمدیہ کے لئے خرید زمین و دیگر انتظام تعمیر کی کوشش کی جارہی تھی۔ اب ستمبر گذشتہ سے مولوی مبارک علی صاحب اسی کام کے لئے وہاں تشریف لے گئے ہیں اور اُن کا خط آیا ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ 2 ایکڑ زمین خریدنے کا اِنتظام کرلیا ہے۔ ایکسچینج کی وجہ سے اس وقت خرید زمین اور تیاری مسجد کے لئے کل خرچ کا اندازہ بیس ہزار روپیہ تک ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح (ایدہ اللہ بنصرہ) کا منشاء مبارک ہے کہ بجائے جماعت میں عام تحریک کرنے کے چند دوست بہت جلد اس رقم کو پورا کر دیں تاکہ ایکسچینج کا فائدہ حاصل ہو سکے۔ یہ چندہ مسجد احمدیہ جرمنی کے نام پر 15/ دسمبر 1922ء تک جمع ہوجانا چاہئے۔

(والسلام نیاز مند ناظر بیت المال)‘‘

(الفضل قادیان 20 نومبر 1922ء صفحہ 1)

چنانچہ 16 فروری 1923ء کو مولوی مبارک علی صاحب نے مسجد کے لئے Witzleben کے اسٹیشن کے بالمقابل Dresselstrasse اور Riehlstraße کے سنگم پر 200 پونڈ میں زمین خرید کرلی۔

(Höpp, Gerhard Berlin für Orientalisten ein Stadtführer, Berlin 2002, P. 20)

آپ نے اس منصوبہ پر اس مستعدی سے کام کیا کہ چند ہفتوں میں

مسجد کا نقشہ برلن کے ایک مشہور آرکیٹیکٹ A.K.Hermann سے تیار کروا کے منظوری کے لئے متعلقہ محکمہ میں جمع کروا دیا۔

مقامی ذرائع ابلاغ میں تشہیر

زمین کی خرید کے بعد نقشہ کی تیاری کے ساتھ ساتھ مولوی صاحب نے مقامی میڈیا کے ذریعہ عوامی حلقوں میں مسجد کی تعمیر کے متعلق معلومات فراہم کرنی شروع کر دی تھیں۔ چنانچہ تقریب سنگِ بنیاد سے بھی پہلے تعمیر مسجد کے حوالہ سے مختلف اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں، مثلاً Berliner Lokal Anzeiger نے 19 جون 1923ء کی اشاعت میں ”Kaiserdamm پر ایک عجیب تعمیر“ کے عنوان سے ایک خبر شائع کی۔ پھر اسی اخبار نے اپنی 7/اگست 1923ء کی اشاعت میں مسجد سے متعلق ”برلن میں ہندوستان“ کے عنوان سے تفصیلی خبر شائع کی۔

اس دوران تعمیر مسجد کی اجازت کے لیے قانونی مراحل طے ہونے کے بعد 27 جولائی 1923ء کو مسجد کی تعمیر کی اجازت بھی حاصل ہوگئی تو اُسی دن بنیادوں کی کھدائی کا کام شروع ہوگیا تھا جس کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے اسی دن کے خطبہ جمعہ میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا:

”تھوڑا عرصہ ہوا میں نے اِسی مسجد میں کھڑے ہوکر اپنا منشاء ظاہر کیا تھا کہ برلن میں مسجد تعمیر کی جائے۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ گو ہماری جماعت پہلے ہی کمزور ہے اور اخراجات کا بہت بوجھ اٹھائے ہوئے ہے مگر اس کا بھی جو کمزور حصہ ہے اس کے سرمائے سے مسجد بنے۔ گویا دنیا میں سب سے زیادہ کمزور جماعت جو ہے اس کا بھی کمزور حصہ (یعنی مستورات جو اس لحاظ سے بھی کمزور ہیں کہ ان کی کوئی علیحدہ کمائی نہیں ہوتی اور اس لحاظ سے بھی کہ مردوں جتنا علم نہیں ہوتا) یہ اس کام کو کرے تا کہ یہ ایک زبردست نشان ہو... پس یہ کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ایک قلیل عرصہ میں قلیل جماعت کی قلیل تعداد اور کمزور حصہ نے مطلوبہ سرمایہ سے بھی زیادہ جمع کر دیا۔ اور مسجد بننے کا کام شروع ہوگیا۔ آج مَیں نے اس بات کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ مَیں نے لکھا تھا جب مسجد کی بنیاد رکھنے کا کام شروع ہو تو یہاں تار دیں تا کہ جماعت دعا کرے۔ آج تار آگئی ہے جس میں لکھا ہے کہ آج کے دن 9 بجے بنیادیں کھدنی شروع ہو جائیں گی۔ چونکہ وہاں یہاں کی نسبت بعد میں سورج طلوع ہوتا ہے اس لئے وہاں کے 9 بجے کے یہ معنے ہیں کہ اس وقت جو جمعہ کی نماز کا وقت ہے وہاں 9 بجیں گے اور گویا اِس وقت وہاں بنیادیں کھودی جارہی ہوں گی۔ چونکہ یہ خصوصیت سے قبولیت دعا کا وقت ہے اس لئے میں جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا کریں خدا تعالیٰ اس کام کو بابرکت کرے اور جس طرح عیسائیت اِن ممالک میں پھیلی اس سے بڑھ کر اسلام پھیلے اور جس طرح ہم نے وہاں مسجد بننے کی خوشخبری سن لی ہے اُسی طرح اسلام کی ترقی اور عظمت کا نظارہ بھی اپنی زندگی میں دیکھ لیں۔

(خطبات محمود جلد 8 صفحہ 146-147 خطبہ جمعہ 27 جولائی 1923ء)

اس مسجد کے لیے مولوی مبارک علی صاحبؓ نے کوششوں کا آغاز کیا ہی تھا کہ برلن میں موجود مسلمانوں کی طرف سے جماعت کی مخالفت شروع ہوگئی۔ خیری برادران اور ان کے ساتھی اس میں پیش پیش تھے جو اس مخالفت میں بڑھتے ہی چلے گئے۔

مسجد کی تقریب سنگ بنیاد

مسجد کی تقریبِ سنگِ بنیاد 6 اگست 1923ء بروز سوموار شام پانچ بجے منعقد ہوئی۔ آپ نے تقریب کے لئے 500 دعوت نامے مختلف شخصیات کو بھجوائے۔ (الفضل قادیان 5/اکتوبر 1923ء) مقامی مسلمانوں کی طرف سے جماعت کی مخالفت کے باوجود اس تقریب میں تقریباً 400 مہمان شامل ہوئے جن میں جرمن وزارت داخلہ کے (Staatssekretär-state secretary) سٹرڈاکٹر فروئنڈ Dr.Freund جو کہ اس وقت کے وزیرِ داخلہ کے تحت کام کرتے تھے اور اسی طرح صوبہ Brandenburg کے Oberpräsident یعنی صوبائی وزیرِ اعلیٰ ڈاکٹر مائر Dr. Maier بھی تھے۔ (Deutsche Allgemeine Zeitung 7.8.1923) اس کے علاوہ افغانستان کے سفیر غلام صدیق خان۔ حکومت ترکی کی طرف سے مقرر کردہ امام حافظ شکری بے (Hafiz Sükrü Bey)، برلن یونیورسٹی سے ایرانی پروفیسر مرزا حسن اور سید محمد ہاشم افغان سٹوڈنٹس کی نمائندگی میں شامل تھے اسی طرح امام عالم ادریس جن کو بخارا کے امام کے طور پر لکھا ہوا ہے اور مشہور جرمن مستشرق Georg Kampffmeyer بھی موجود تھے۔ (Deutsche Allgemeine Zeitung 8.8.1923) اس تاریخی تقریب میں مولوی مبارک علی صاحب سمیت چار احمدی شامل ہوئے۔ ان میں ڈاکٹر عطاء اللہ بٹ صاحب اور ان کے بھائی (نام معلوم نہیں ہوسکا) اور محمد اسحاق خان صاحب ابن مستری قطب الدین صاحب شامل تھے۔ (موخر الذکر Dresden سے اس تقریب میں شمولیت کے لئے بطور خاص آئے تھے) (الفضل قادیان 5/اکتوبر 1923ء) تقریب کے دوران مصری ڈاکٹر منصور رفعت نے تقریب کے دوران شور مچایا جس پر پولیس نے اسے ساتھیوں سمیت تقریب سے زبردستی نکال دیا جس کے بعد تقریب جاری رہی۔ (Vossische Zeitung 7.8.1923)

جرمن زبان میں اوّلین کتاب

مسجد کی تعمیر شروع ہونے پر رفعت منصور نے جماعت کے خلاف بعض پمفلٹ شائع کرنے شروع کئے جن میں جرمن عوام کو جماعت کے خلاف اُبھارنے کے لئے مختلف قسم کے الزامات لگائے مثلاً جماعت احمدیہ انگریز کی ایجنٹ ہے، وغیرہ۔ اسی طرح افغانستان کے سفیر کو مسجد کے سنگِ بنیاد کی تقریب میں شرکت کی وجہ سے سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔

(Mansur Rifet: Die Ahmadia- Sekte,Berlin August 1923.
Mansur Rifet:Der Verrat der Ahmadis and Heimat und Religion, Berlin September 1923)

(Mansur Rifet: Die Ahmadia- Agenten, Berlin Nov.1924)

انگریز کے ایجنٹ ہونے کے اعتراض کا جواب حضرت مصلح موعودؓ نے اُسی وقت بڑی تفصیل سے مولوی مبارک علی صاحب کے نام ایک خط میں دیا تھا جس کا متن الفضل 21 ستمبر 1923ء میں شائع ہوا۔ اس تفصیلی مضمون کا جرمن ترجمہ محترم مولوی صاحب نے

Ahmadija-Bewegung oder Reiner Islam

”تحریک احمدیت یا حقیقی اسلام“ کے عنوان سے شائع کرایا۔ علاوہ ازیں ایک اور پمفلٹ بھی شائع کیا جس کا عنوان مندرجہ ذیل تھا۔

(Rifet, Mansur: Vollständiger Zusammenbruch der Ahmadia- Sekte,Berlin 1924)

Zurückweisung der Anschuldigung, die Anhänger der Ahmadia Bewegung seien Vorkämpfer des englischen Imperialismus

مولوی مبارک علی صاحب کی واپسی

ابھی مسجد کی کچھ دیواریں بننا شروع ہوئی ہی تھیں کہ جرمنی میں معاشی بحران نے شدّت اختیار کرلی جس کی وجہ سے یہ منصوبہ شرمندۂ تعمیر نہ ہوسکا۔ اس کے بعد 1924ء میں اس مشن کو بند کرنے کا فیصلہ ہوا تو محترم مولوی مبارک علی صاحب پہلے لندن اور پھر قادیان واپس تشریف لے گئے۔

یہ درست ہے کہ مسجد کی تعمیر اور مشن کے قیام کا یہ منصوبہ اُس وقت شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا لیکن سرزمین جرمنی اولوالعزم حضرت مصلح موعودؓ کے ہمیشہ پیش نظر رہی۔ چنانچہ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا کے مطابق جنگ عظیم دوم کے بعد دنیا کا منظر بدلا اور حالات نے پلٹا کھایا تو جرمنی میں جماعت احمدیہ کے احیائے نَو کا نظارہ ہم سب نے دیکھا جب مکرم شیخ ناصر احمد صاحب نے متعدد بار جرمنی کا دورہ کیا پھر 1949ء میں مکرم چودھری عبداللطیف صاحب کے ذریعہ یہاں مشن کا باقاعدہ قیام ہوا۔ اس کے بعد خدا کی تقدیر نے وہ دن دکھائے جب ہمبرگ و فرانکفرٹ میں ایک کے بعد دوسری مسجد تعمیر ہوئی اور 2008ء میں برلن میں بھی مسجد خدیجہ تعمیر ہوئی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے شہر شہر مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور ہر سو احمدی آباد ہو چکے ہیں، الحمد للہ۔ یہ سب نظارے دراصل ہمارے بزرگ مبلغین سلسلہ کی ابتدائی زمانے کی قربانیوں کے شیریں ثمرات ہیں، اللہ تعالیٰ ان بزرگان کو اجر عظیم بخشے، ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کی نسلوں اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین۔

ٹرانسکرپشن و کمپوزنگ: ابو اثمار اٹھوال

This week with Huzoor

24 جون 2022ء

گزشتہ ہفتہ (مورخہ 18 جون 2022ء) آسٹریلیا کے خدام بیت المبارک برسبن میں جمع ہوئے جہاں سے انہیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ورچوئل ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ ان خدام نے مختلف سوالات کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے جو رہنمائی حاصل کی اس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

سوال: پیارے حضور میرا سوال تھا کہ آپ جماعت کے کام اور دفتر میں مصروف ہوتے ہیں تو آپ اپنی فیملی کے لیے کس طرح وقت نکالتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’جب میں کھانے کے لیے بیٹھتا ہوں تو اس وقت میرے گھر والے بھی ساتھ آجاتے ہیں اور وہیں ہم باتیں کر لیتے ہیں۔ گھریلو باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور دوسری باتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ تربیت کی باتیں بھی ہو جاتی ہیں، علمی باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور یہ سب سے بہترین وقت ہوتا ہے۔‘‘

سوال: پیارے حضور اگر مستقبل میں کسی ملک میں جماعت کی اکثریت ہوجائے اور وہاں جماعت کی حکومت قائم ہو جائے تو کیا خلیفہ وقت اس ملک کی حکمرانی کریں گے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’خلیفہ وقت ایک روحانی پیشوا ہے۔ وہ کہیں بھی کسی ملک کی حکمرانی نہیں کرے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ’’مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا، مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار۔‘‘ ’’خلیفہ وقت کا کام ہے روحانی تربیت کرنا۔ ایک ملک میں (اکثریت قائم) ہو جائے گی تو دوسرے ملک میں بھی ہو جائے گی۔ تو تیسرا ملک کہے گا آپ سے تو میں اختلاف کر ہی نہیں سکتا، خلیفہ وقت کی بیعت کی ہوئی ہے۔ پھر تیسرا ملک ہو جائے گا اور چوتھا ملک ہو جائے گا۔ تو جو پولیٹیکل سسٹم ہے یا گورنمنٹل سسٹم ہے، یہ ایک علیحدہ نظام چلتا جائے گا، اور خلیفہ وقت سب کو روحانی طور پر گائیڈ کرنے والا ہو گا۔ اس کو حکومتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے اس طرح کی بات کہہ دی کہ مسلمانوں کے دو مختلف گروپ یا حکومتیں لڑ پڑیں تو ان میں مل کر صلح کروائیں، اور ان کی جنگ کو روکیں۔ اور اگر وہ نہ رکیں تو سختی کریں۔ اور جب وہ باز آجائیں تو پھر ظلم نہ کرو اور انصاف کرو اور ان کو establish ہونے دو۔ یہاں (اس آیت میں) مسلمان حکومتوں کا ذکر ہے۔ اس کا مطلب ہے حکومتیں قائم رہیں گی۔ اس زمانے میں جب قرآن کریم نازل ہوا آنحضرت ﷺ کی صرف ایک حکومت تھی، پھر خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی ایک تھی، بعد میں مسلمانوں میں ملوکیت کا زمانہ آیا تب بھی بڑی سطح پر مسلمانوں کی ایک ہی حکومت رہی اور بعد میں کچھ چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ لیکن یہ پیشگوئی تھی کہ حکومتیں اس طرح قائم ہو جائیں گی۔ اس وقت روحانی پیشوا کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کے بعد خلیفہ وقت کا کام ہو گا کہ روحانی طور پر تربیت کرے اور روحانی طور پر گائیڈ کرے۔ اگر کہیں ان کے اختلافات ہوں، آپس میں لڑ پڑیں۔ ہمسائے بھی آپس میں لڑ پڑتے ہیں، دو بھائی بھی آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ تو پھر ان میں صلح کروادیں۔ اس لیے حکومت کرنا خلیفہ وقت کا کام نہیں ہے۔‘‘

سوال: پیارے حضور! ٹیٹو بنوانا قدیمی آسٹریلیا کی قبائلی ثقافتوں میں اہم ہے۔ کیا یہ اسلام میں جائز ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے جیسے بھی انسان کو بنایا ہے انسان کو وہ تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوبصورت شکل و صورت، بدن اور صحت وغیرہ سب عطا فرمایا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو اپنے بدن پر تصاویر لگانے سے کیوں تبدیل کرنا چاہتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ لیکن بہر حال وہ لوگ جو یہ کام پہلے سے ہی کر چکے ہوں اور بعد میں اسلام قبول کرتے ہیں، ہم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ انہیں ہمارے نظام میں مکمل طور پر شامل کیا جائے گا۔ اس کے متعلق کچھ خدشات کا اندیشہ بھی ہے کہ ایک معین عمر کے بعد لوگوں کے ٹیٹو مسخ ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ انہیں مٹانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوتے۔ بعض ٹیٹو ایسے ہیں جو مستقل طور پر لگے رہتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو عارضی طور پر لگے رہتے ہیں۔ دونوں قسم کے ٹیٹو اسلام میں جائز نہیں ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ لوگ جنہوں نے ٹیٹو بنوائے ہوں اور بعد میں اسلام اور احمدیت قبول کر لیں تو انہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان ٹیٹوز کی وجہ سے آپ کا اسلام قبول نہیں ہوسکتا۔ وہ جو کچھ کر چکے ہیں وہ سب ماضی میں ہو چکا ہے۔ لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تخلیق کو تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ آپ کو اس تخلیق کو اسی طرح قبول کرنا چاہیے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔‘‘

سوال: پیارے حضور میں نے پچھلے سال بیعت کی تھی اور میرے والدین نے میرے اس فیصلے کو سراہا ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ نہیں سمجھتے کہ وہ خود اسلام میں داخل ہوں گے۔ میرا دل ہے کہ مستقبل میں میرا احمدی گھرانا ہو اس لیے آپ کی راہنمائی طلب کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے والدین کو اپنے عقائد کے متعلق کیسے تعلیم دے سکتا ہوں تا کہ مستقبل میں نااتفاقیوں سے گریز کیا جاسکے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’جب آپ ایک احمدی لڑکی سے شادی کریں گے اور آپ کے بچے ہوں گے اور جب آپ ایک ایسے ماحول یا جگہ پر رہ رہے ہوں گے جہاں آپ کے والدین بھی رہتے ہیں۔ پھر بجائے اس کے کہ آپ چھوٹی موٹی باتوں پر ان سے بحث کریں۔ آپ صرف انہیں اتنا بتائیں کہ ہمارے درمیان جو بنیادی اخلاق کی باتیں ہیں وہ ایک ہی ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں خدا کی عبادت کرنی چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایک دوسرے سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ، ہر قسم کی بری بات سے بچو۔ اور اگر آپ کے والدین احمدی نہیں ہیں تب بھی وہ اس سے اتفاق کریں گے۔ اردگرد کا ماحول بھی آپ کے بچوں پر اثر انداز ہو گا۔ اگر آپ ان کی تربیت کے بارے میں محتاط نہیں۔ چنانچہ آپ کو خاص خیال رکھنا ہو گا کہ ان کی کیسے ایسے ماحول میں تربیت کی جائے جہاں وہ اپنے مذہب کے بارے میں جانتے ہوں۔ چنانچہ آپ کو پہلے باعمل مسلمان بننا ہو گا۔ آپ کی بیوی کو بھی باعمل مسلمان بننا ہو گا۔ یہ

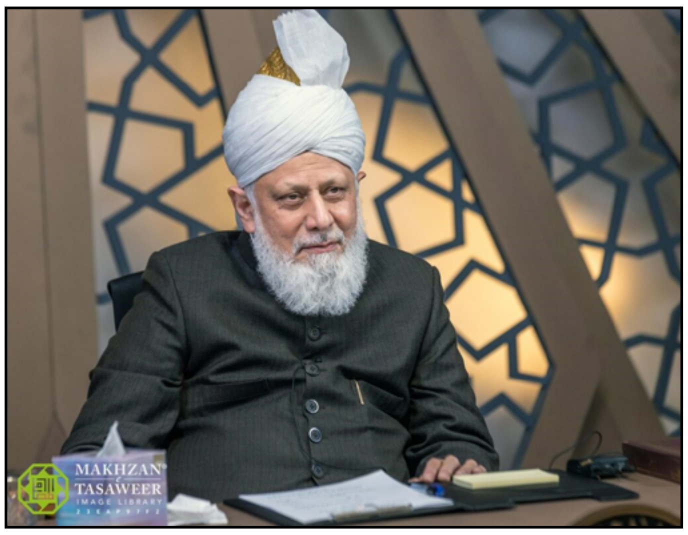

بنیادی بات ہے۔ اور اس طرح آپ اپنے بچوں کے سامنے اپنا نمونہ قائم کر سکیں گے۔ اور پھر انہیں پڑھائیں اور بتائیں کہ اسلام کیا ہے اور ہم کیوں مسلمان ہیں؟ اور اگر وہ آپ سے پوچھیں کہ ہمارے دادا، دادی کیوں مسلمان نہیں ہیں؟ تو آپ انہیں بتا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ’’دین میں کوئی جبر نہیں ہے‘‘۔ چنانچہ جس مذہب کو بھی انہوں نے پسند کیا انہوں نے اسے اپنا لیا۔ لیکن ہم نے جس کو عمدہ محسوس کیا ہم نے اس مذہب کو اختیار کر لیا اور انہیں بتائیں کہ ہم نے کیوں یہ مذہب اپنایا ہے، ہمیں اسلام کیوں پسند ہے۔ چنانچہ اس طرح آپ اپنے بچوں کی تربیت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح آپ اپنے والدین کو اسلامی تعلیمات کی خوبصورتی کے بارے میں بتائیں۔ جب انہیں اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کا علم ہو گا تو وہ ہمیشہ اس بات کو سنیں گے جو آپ کہہ رہے ہوں گے۔ جب آپ اپنی سابقہ زندگی سے مختلف ہوں گے اور وہ آپ میں خاص تبدیلی دیکھیں گے تو پھر وہ جان جائیں گے کہ ہمارا بیٹا صراط مستقیم پر ہے۔ ان کے لئے دعا بھی کریں۔ جیسے والدین کی دعا اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے اسی طرح سے بچوں کی دعائیں بھی اگر وہ اپنے والدین کے لیے کرتے ہیں تو قبول ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے لیے دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو کھول دے۔ مگر اس کے لیے آپ کو سب سے پہلے اپنے نفس کا تزکیہ کرنا ہو گا۔ ایک باعمل مسلمان بننا پڑے گا پھر اپنے بچوں کے سامنے ایک نمونہ پیش کریں۔ پھر ان کی تربیت کریں۔ اس کے لیے آپ کو مجاہدہ کرنا ہو گا ورنہ آپ کے بچوں پر اس معاشرہ کا اثر ہو گا اور وہ اسلام کی تعلیمات سے دور ہو جائیں گے‘‘۔

سوال: حضور میرا سوال ہے کہ ہم جنریشن گیپ کو کس طرح ختم کر سکتے ہیں جو فیملیز اور جماعتوں کے نقصان کا باعث بن رہا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’بچپن سے ہی آپ کو اپنے بچوں کی تربیت کرنا ہو گی۔ انہیں بتائیں کہ مذہب کیا ہے، انہیں بتائیں کہ وہ احمدی مسلمان کیوں ہیں۔ اگر آپ ان میں مذہب کی اہمیت کو اجاگر کریں گے اور انہیں مذہب کے ساتھ لگاؤ ہو گا تو وہ مذہب کے بارہ میں زیادہ سیکھنا چاہیں گے اور جب وہ مذہب کے بارہ میں باوجود جنریشن گیپ ہونے کے مذہب کے متعلق سیکھیں گے تو اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔ تو ایک چیز تو یہ ہے کہ انہیں مذہب کے ساتھ جوڑنا ہو گا۔ اور یہ صرف اور صرف تب ہو گا کہ جب آپ ان کی تربیت کریں گے اور اپنا نیک نمومہ ان کے سامنے پیش کریں گے۔ دیکھیں وہ تعلیم یافتہ ہیں۔ جب وہ آپ سے سوالات کرتے ہیں تو بجائے یہ کہنے کے کہ اس قسم کا سوال نہ کرو (ان کا جواب دیں)۔ اسلام تو کہتا ہے کہ یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ ان کے معاملات میں تسلی کروائیں اور اگر آپ کے پاس دینی علم نہیں ہے تو پھر کسی مربی سے پوچھ سکتے ہو کہ میرے بچوں کا یہ سوال ہے، اس کا جواب دیدیں۔ اور اگر سوال دنیاوی علم کے بارے میں ہے کہ ہم کس طرح دنیا اور دین کی مصالحت کر سکتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ کچھ کتب کا

مطالعہ کرنا پڑے، تو انہیں کہو کہ وہ بھی پڑھیں۔ جماعت کے لٹریچر میں بھی ایسی کتابیں موجود ہیں جو پڑھی جا سکتی ہیں۔ پس اس طرح سے آپ نسلوں میں فاصلوں کو کم کر سکتے ہیں۔ لیکن بچوں کے ساتھ بہت دوستانہ تعلق ہونا چاہیے۔ آج کل بچوں کی یہ عادت ہے اور یہ اچھی عادت ہے کہ وہ پوچھتے ہیں ''کیوں'' اور آپ کو اس ''کیوں'' کا جواب دینا ہے۔ خواہ مذہب کے بارے میں ہو یا دنیاوی امور کے متعلق۔ تو ان کا جواب دینے کے لیے اپنے علم کو بھی بڑھانا ہو گا۔ تو اس بات کا سارا بوجھ جماعت پر نہیں ڈال دینا۔ خود بھی اٹھانا ہو گا۔''

سوال: میں حضرت مسیح موعودؑ کی توقعات پر کس طرح پورا اتر سکتا ہوں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''باقاعدگی سے پنجوقتہ نماز ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقام کے مطابق بنائے جو اس کی حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی جماعت سے توقعات ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کریں، اس کے معانی جانیں اوامر و نواہی سے باخبر ہوں اور ان پر عمل کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات کے حوالے سے جو بھی لٹریچر میسر ہو اس کو پڑھنے کی کوشش کریں۔ تو اس طرح سے آپ حضرت مسیح موعودؑ کی توقعات پر پورا اتر سکتے ہیں، اور ایک اچھے احمدی بن سکتے ہیں۔''

سوال: کچھ خدام غیر احمدی لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ان کی نسلیں بھی غیر احمدیوں سے ہی شادی کرتی ہیں۔ ہم کس طرح اس سے بچ سکتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''اگر آپ اپنی نسل کو بچانا چاہتے ہیں اور اپنی نسلوں کو جماعت کے ساتھ وابستہ رکھنا چاہتے ہیں اور ان کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے جوڑے رکھنا چاہتے ہیں۔ تو پہلی چیز یہ ہے کہ آپ خود اپنی دینی تعلیم کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ آپ کو خود اس بات کا علم ہو کہ مذہب کیا ہے اور پھر آپ کو یہ بھی پتہ ہونا چاہیے کہ آپ کی ترجیحات کیا ہونی چاہییں۔ اگر آپ کی خواہشات اور ترجیحات صرف دنیا کے لئے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ یہی ہو گا جو بعض لڑکے کر رہے ہیں، کہ وہ غیر از جماعت لڑکیوں کے ساتھ شادی کر رہے ہیں۔ اگر آپ کی ترجیح دین ہے جس کا آپ اپنے عہد میں اقرار کرتے ہیں، کہ میں دین کو دنیا پر ترجیح دوں گا، تو پھر آپ کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ آپ ایک احمدی لڑکی سے شادی کریں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے، گزشتہ ملاقات میں میں نے یہی بات کی تھی، کہ انسان کسی عورت سے اس کے حسن، اس کے مال، اس کے خاندان کی وجہ سے شادی کرتا ہے۔ لیکن انسان کو ان عورتوں سے شادی کو ترجیح دینی چاہیے جو نیک اور دیندار ہوں اور جو روحانی لحاظ سے اچھی ہوں۔ چنانچہ اگر لڑکے ایسی لڑکیوں کو ترجیح دیں تو لڑکیاں بھی نیک بننے کی کوشش کریں گی۔ وہ اپنے دینی علم کو بڑھانے کی کوشش کریں گی۔ اور یوں آپ اپنی نسل اور آئندہ نسل کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جب آپ شادی کرنے جا رہے ہوں تو صرف دنیاوی خواہشات ہی آپ کی ترجیح نہ ہوں۔ آپ کو اور کئی چیزوں کو مدنظر رکھنا چاہیے، جیسے اپنا دین، اپنا ماحول، اپنی حیثیت اور اپنی آئندہ نسل کو کبھی نہ بھولیں۔ اسی لئے خطبہ نکاح کے موقع پر جن آیات کی ہم تلاوت کرتے ہیں ان میں سے ایک آیت یہ ہے کہ آپ کو دیکھنا چاہیے کہ آپ اپنے آگے مستقبل میں کیا بھیج رہے ہیں۔ اور مراد یہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کی کیسے تربیت کریں گے۔ اگر آپ کی بیوی دیندار نہیں یا اس کا کوئی اور دین ہے یا اس کے مذہب کے بارے میں مختلف تصورات ہیں، یا اس کا کوئی روحانی معیار نہیں تو آپ کی نسل بھی خراب ہو جائے گی، نہ صرف جماعت سے باہر شادی کرتے وقت بلکہ جماعت میں رہتے ہوئے بھی۔ آپ کو ایسی لڑکیوں کا انتخاب کرنا چاہیے جو اچھی فطرت رکھتی ہوں، نیک ہوں اور دیندار ہوں۔ سو اس طرح ہم اپنی آئندہ نسل کی حفاظت کر سکتے ہیں۔''

سوال: پیارے حضور آج کل لوگ قرض لے کر گھر کی اور کاروبار کی اشیاء خریدتے ہیں جیسے کہ گاڑی، فرنیچر اور دیگر سامان وغیرہ۔ اسی طرح کچھ احمدی احباب بطور فائننس بروکر اس طرح کا کاروبار کرتے ہیں تو کیا یہ دونوں طریق جائز ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''بات یہ ہے کہ اس طرح کے قرض خرید کر تو اپنے آپ کو پھنسانے والی بات ہی ہے۔ پھر قرضے میں ہی انسان فوت ہو جاتا ہے، قرضے میں مر جاتا ہے۔ قرضہ تو اترتا کوئی نہیں جب جاتا ہے تو کریڈٹ کارڈ کا ایک انبار چھوڑ کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اگر کوئی انسان بھوکا مر رہا ہو تو وہاں اجازت دی کہ سؤر کا گوشت کھا سکتے ہو، بلکہ بعض اوقات مردار بھی کھا لیتے ہو، لیکن جب ایسی حالت نہیں ہے تو صرف اس لیے کہ فلاں میرا دوست ہے، اس کے پاس نئی کار ہے تو میں قرض لے کر نئی کار خرید لوں۔ تو وہ چیز بالکل غلط ہے یا یہ کہ وہ گھر میں نیا فرنیچر لے کر آیا ہے یا صوفہ سیٹ لے کر آیا، نئی ڈائننگ لے کر آیا اور لوگ اس کی بڑی تعریفیں کر رہے ہیں اس لیے میں بھی لوں۔ بیوی کہتی ہے کہ تم کیوں نہیں لے سکتے؟ تم بھی تو آخر بینک سے قرض لے کر لے سکتے ہو۔ تو یہ چیزیں غلط ہیں۔ اور پھر انسان اسی طرح قرضے میں ڈوبتا ہوا دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اس لیے سوائے اس کے کہ کوئی جائز ضرورت ہو، اس طرح کے قرض جائز نہیں ہیں۔ ہاں مثال کے طور پر اگر ایک انسان ہے اس کا اپنا گھر نہیں ہے، کرایہ پر لیا ہوا ہے۔ وہ کرایہ دے رہا ہے اس گھر کا اور بینک سے لون لیکر وہ گھر خریدتا ہے اور کیونکہ وہ ادئیگی نہیں کر رہا ہوتا اس لیے بینک والے کہتے ہیں کہ اچھا۔ اگر اس مکان کی تم اتنے عرصے میں ادئیگی کرو گے تو یہ قیمت ہو گی۔ پس وہ کرایہ کی رقم مورگیج کے طور پر ادا کرتا ہے۔ تو یہ ایک جائز ضرورت ہے، اس کو رہنے کے لیے ضرورت ہے۔ اگر وہ ادا کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر سستی کار سے یا سستے فرنیچر سے گزارا ہو سکتا ہے تو پھر ضرورت کیا ہے بلاوجہ اپنے آپ کو قرضے میں ڈالنے کی۔ اور پھر ان چیزوں کے لیے سود پر قرضہ لینا، تو سود تو ویسے ہی حرام ہے۔ اس کے بغیر گزارہ بھی ہو جاتا ہے۔ گھر میں یہ ہے کہ آپ کرایہ بینک کو دے رہے ہیں قیمت لگانے کی وجہ سے۔ گو ایک لحاظ سے یہ بھی جائز ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ ''مثلاً اگر کوئی شخص کسی چیز کی قیمت اتنی مقرر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم اتنے مہینوں کے بعد ادا کرو گے تو اس کی قیمت اتنی ہو گی تو اس حد تک جائز ہے۔ لیکن یہ دیکھنے والی بات ہے کہ ضرورت کیا ہے؟ اگر صرف دنیا کے دکھاوے کے لیے ضرورت ہے تو ناجائز ہے اور اگر گھر کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ضرورت ہے تو پھر وہ جائز بن جاتی ہے اس لیے آج کل جو سسٹم ہے بینکنگ کا وہ بھی اتنا اپ سیٹ ہو گیا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ یہ بھی زیر و زبر ہوا ہے اس کو نئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ لیکن یہاں پھر وہی بات کہ دنیاوی خواہشات اگر مقدم ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ پہلے میں نے کہا تھا، اپنی preference کو دیکھنا ہو گا۔ تو اس طرح بعض دفعہ چیز غلط بن جاتی ہے۔ اگر ضروریات ہیں اور ان کو پورا کرنے کے لیے کرنا ہے تو وہ جائز ہو جاتی ہیں۔''

سوال: اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو الہاما بتایا تھا کہ ''چمک دکھلاؤں گا تم کو میں اس نشاں کی پنج بار'' پیارے حضور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ الہام دوبار جنگِ عظیم کی صورت میں پورا ہو چکا ہے۔ تو کیا باقی تین دفعہ بھی پورا ہونا جنگِ عظیم کا ہونا ہے یا وہ کسی اور صورت میں پورا ہو گا؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''حضرت مسیح موعودؑ نے تو زلزلے کو بہت بڑا نشان قرار دیا ہے۔ پھر دو جنگِ عظیم بھی ہو چکی ہیں۔ پھر طاعون ہے وہ بھی ہو چکا ہے۔ وہ بھی نشان تھا۔ تو ہو سکتا ہے کوئی تیسری جنگِ عظیم ہو جو پانچواں نشان ہو، بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ یہ جنگ کی صورت میں ہو گا۔ ویسے تو کوئی بڑا واضح قسم کا ایسا نشان جس کی اپنی ایک طاقت ہو وہ نظر آ رہا ہو، جس طرح طاعون ہوا، جنگِ عظیم ہوئی، یا زلزلے بعض دفعہ آئے۔ لیکن اگر زلزلے بعض علاقوں میں آئے تو ان کو بھی نہ گنو۔ تو ہو سکتا ہے یہ pandemic جو COVID کا پھیلا تھا یہ بھی تو ایک نشان ہی ہو سکتا ہے۔ یا اگلی جو جنگ آنی ہے یہ بھی ایک نشان ہو سکتا ہے۔ تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن بظاہر یہی لگتا ہے کہ جنگِ عظیم بھی ان میں سے ایک نشان ہو گا۔''

تقریب رخصتانہ

مکرم محمد احمد عدنان ہاشمی نمائندہ الفضل آن لائن کینیا اعلان بھجواتے ہیں کہ:

مورخہ 10ستمبر 2022ء احمدیہ مشن ہاؤس نیروبی (کینیا) کے احمدیہ ہال میں محترم محمد افضل ظفر مشنری انچارج ایلڈوریٹ ریجن کینیا کی صاحبزادی مکرمہ ڈاکٹر عطیۃ المنعم کی تقریب رخصتانہ منعقد ہوئی۔ ان کا نکاح مکرم نبیل احمد شاد ابن مکرم داؤد احمد شاد آف میونخ جرمنی سے مورخہ 9 ستمبر 2022ء کو محترم طارق محمود ظفر امیر و مشنری انچارج کینیا نے پڑھایا تھا۔ تقریب رخصتانہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو خاکسار نے کی۔ مکرم بشارت احمد طاہر مربی سلسلہ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعائیہ منظوم کلام "یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی" پڑھا۔ آخر میں مہمان خصوصی محترم طارق محمود ظفر امیر و مشنری انچارج کینیا نے دعائیہ کلمات کے ساتھ اس رشتہ کے جانبین کے لیے مبارک اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لیے دعا کروائی۔

دلہن کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا مکرم ملک علی محمد آف ہجکہ کے ذریعہ آئی جنہوں نے ایک سچے خواب کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس خاندان میں متعدد واقفین نو اور واقفین زندگی موجود ہیں اور دیگر خاندان کے افراد کو مختلف حیثیتوں میں خدمتِ دین کی توفیق مل رہی ہے۔

دلہا کے خاندان میں احمدیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے آئی جو موضع اٹھوال نزد قادیان کے رہنے والے تھے۔ دلہا اور ان کے والد صاحب اور والدہ صاحبہ جرمنی میں جماعتی اور تنظیمی لیول پہ دیگر خدمات سلسلہ بجا لا رہے ہیں۔ احباب جماعت سے اس رشتہ کے ہر لحاظ سے مبارک ہونے اور دونوں خاندانوں کے لئے باعث خوشی و مسرت ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو، کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 59

باب ایجاب و انکار

اس باب میں ہم اردو زبان کے ان الفاظ کے بارے میں پڑھ رہے ہیں جو ہاں اور نہیں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ انسان جب کسی بات پر رضامندی ظاہر کرتا ہے تو ہمیشہ ہاں ہی نہیں کہتا بلکہ مختلف انداز میں مختلف حالات کے مطابق مختلف الفاظ استعمال کرتا ہے۔ یہی معاملہ انکار کا ہے۔ ہاں اور نہیں تو سو فیصد یقینی صورت میں ہی کہا جاتا ہے۔ جب امکانات ہوں تو شائد بھی کہتے ہیں۔ کچھ کہ نہیں سکتا بھی کہتے ہیں، ہوسکتا ہے بھی کہتے ہیں، دیکھتے ہیں بھی کہتے ہیں، لگتا نہیں، بظاہر تو کوئی صورت نظر نہیں آتی وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ ان اسباق کے ذریعے آپ کو ایک بنیادی ڈھانچہ مہیا کیا جاسکتا ہے اس خاکے میں رنگ بھرنے کے لئے آپ کو مطالعہ کرنا چاہیئے نیز مشاہدہ بہت ضروری ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطابات کو اردو زبان کے لیکچرز کے طور پر بھی سنیں۔ وہاں سے اخذ کریں کہ اردو زبان کے کیا کیا انداز بیان ہیں۔ اس مختصر وضاحت کے بعد اب ہم زبان سیکھنے کے اس سفر میں آگے بڑھتے ہیں۔ گزشتہ سبق میں سلسلہ لفظ بارے تک پہنچا تھا۔

البتہ Although/ but/ however/ on the other hand:

یہ لفظ تحریر سے زیادہ بول چال میں استعمال ہوتا ہے۔ جدید اردو میں اس کا استعمال بہت کم ہوتا جارہا ہے۔ جدید اردو سے مراد وہ اردو زبان ہے جس پر پنجابی، اور انگریزی کا بہت دباؤ ہے جس کی وجہ اردو زبان بولنے والوں کا کثرت سے پنجابی بولنے والے علاقوں کی طرف ہجرت کرجانا اور مغرب میں آنے والے صنعتی انقلاب کی وجہ سے روزمرہ کی اشیاء کا کثرت سے مغرب سے مشرق کی طرف آنا ہے۔ کیونکہ روزمرہ اشیاء جیسے ریڈیو، ٹی وی، موبائل، فون، فیکس، کار، ٹریکٹر، چارجر، بیٹری، ریموٹ، مائیکروویو، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، ٹیب وغیرہ ان سب کے نہ صرف نام انگریزی میں ہیں بلکہ ان کا متبادل اردو نام بھی موجود نہیں۔ اس کے علاوہ ان اشیاء کی اندرونی زبان بھی انگریزی ہے۔ پنجابی زبان اپنی تمام ترخوبصورتی کے ساتھ ساتھ ایک بے تکلف زبان بھی ہے جس میں اردو کی طرح زیادہ ادب آداب اور رکھ رکھاؤ کا استعمال نہیں ہے تو پنجابی کے اس بے تکلفانہ انداز کا گہرا اثر اردو زبان پر بھی پڑا ہے۔ جس کے باعث اردو بولنے اور لکھنے والوں نے اردو کے بہت سے الفاظ کا استعمال ترک کردیا ہے۔ البتہ کی وضاحت کے لئے چند مثالیں دیکھتے ہیں۔ بعض لوگ والدین کو اپنے ساتھ تو رکھتے ہیں البتہ ان کی عزت نہیں کرتے۔ جدید اردو میں البتہ کی جگہ مگر یا لیکن استعمال ہوتا ہے۔ مادیت کی چکاچوند انسانی زندگی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچارہی ہے البتہ الٰہی مدد کے بغیر اس سے بچنا ممکن نہیں رہا۔

فی الحقیقت: اصل میں، واقعی، حقیقت میں In fact, truly, really, indeed:

جدید اردو زبان میں ان معنوں کے لئے کئی انداز استعمال ہوتے ہیں جیسے۔ دراصل، اصل میں، سچ تو یہ ہے کہ، درحقیقت وغیرہ۔ مثالیں دیکھتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ مجھے ان کا آنا گراں گزرتا ہے دراصل میرے مالی حالات ہی کمزور ہیں۔ مغربی کلچر سے صرف بچے ہی متاثر نہیں ہیں درحقیقت والدین بھی اس کلچر کو اپنا رہے ہیں۔

باب سبب و علّت

اس باب میں ہم اردو زبان کے ان الفاظ کے متعلق پڑھیں گے جو کسی بات کی وجہ اور اس کے نتیجے کو آپس میں جوڑتے ہیں۔ جیسے اس لئے، اس طرح، چنانچہ، کیونکہ، لہٰذا وغیرہ۔ ان الفاظ سے بھی ان کا استعمال ظاہر ہے لیکن چند مثالوں کی مدد سے انہیں مزید واضح کرتے ہیں۔ بارش ہوگئی اس لئے پروگرام منسوخ ہوگیا۔ تم نے محنت نہیں کی اس لئے اچھے نمبروں میں کامیاب نہ ہوئے۔ وہ بات بات پر لوگوں سے لڑ پڑتا تھا اس طرح اس نے اپنی ملازمت کھودی۔ تمہیں منع کیا تھا کہ لوگوں سے سوال نہ کرو اس طرح عزت نفس نہیں رہتی۔ گاؤں کے لوگ خوفزدہ ہوگئے اس طرح ڈاکو دلیر ہوگئے۔ ب، ج، د، ق، ط پر قلقلہ کرتے ہیں کیونکہ یہ پانچ حروف قلقلہ ہیں اور قلقلہ کے معنی ہیں جنبش دینا، حرکت دینا چنانچہ یہ قرات کا اصول ہے۔

تمام انسان فانی ہیں، اکبر انسان ہے، لہٰذا اکبر فانی ہے۔

باب مرکب متعلق فعل

Compound adverbs

بعض اوقات بات میں عمومیت generalization یا وسعت پیدا کرنے کے لئے دو متعلق فعل الفاظ مل کر آتے ہیں۔

جیسے کب تک How long, to what extent، جب کبھی Whenever، جہاں کہیں Wherever، جہاں جہاں Wheresoever، کہیں نہ کہیں Somewhere، کبھی نہ کبھی At some time or other، اِدھر اُدھر، اندر باہر وغیرہ۔

مثالیں: تم کب آوگے، کیا آٹھ بجے تک آجاؤ گے۔ آخر تم کب تک آوگے۔ جب یہاں بارش ہوتی ہے تو پانی کھڑا ہوجاتا ہے۔ اگر کبھی بارش ہو تو یہ راستہ بند ہوجاتا ہے۔ یہاں جب کبھی بارش ہوتی ہے تو پانی کھڑا ہوجاتا ہے اور راستہ بند ہوجاتا ہے۔ تم جہاں بھی رہو اپنی خبر دیتے رہنا۔ تم کہیں بھی رہو تعلق ختم نہیں ہونا چاہیئے۔ تم جہاں کہیں بھی رہو تعلق قائم رکھنا اور اپنی خیریت سے آگاہ کرتے رہنا۔ زلزلے نے جہاں جہاں تباہی پھیلائی ہے میڈیا ان علاقوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ تم مایوس نہ ہو کہیں نہ کہیں سے مدد آجائے گی۔ انسان کبھی نہ کبھی اپنے دیس کو لوٹ جاتا ہے۔

سچے مذہب کی تلاش کا تیسرا اصول

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

تیسرے طالب حق کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس مذہب کو پسند کرے جس کا خدا ایک فرضی خدا نہ ہو جو محض قصوں اور کہانیوں کے سہارے سے مانا گیا ہو اور ایسا نہ ہو کہ صرف ایک مردہ سے مشابہت رکھتا ہو کیونکہ اگر ایک مذہب کا خدا صرف ایک مردہ سے مشابہ ہے جس کا قبول کرنا محض اپنی خوش عقیدگی کی وجہ سے ہے نہ اس وجہ سے کہ اس نے اپنے تئیں آپ ظاہر کیا ہے تو ایسے خدا کا ماننا گویا اس پر احسان کرنا ہے اور جس خدا کی طاقتیں کچھ محسوس نہ ہوں اور اپنے زندہ ہونے کے علامات وہ آپ ظاہر نہ کرے اس پر ایمان لانا بے فائدہ ہے اور ایسا خدا انسان کو پاک زندگی بخش نہیں سکتا اور نہ شبہات کی تاریکی سے نکال سکتا ہے اور مردہ پرمیشر سے ایک زندہ بیل بہتر ہے جس سے کاشتکاری کرسکتے ہیں۔ پس اگر ایک شخص بے ایمانی اور دنیا پرستی پر جھکا ہوا نہ ہو تو وہ زندہ خدا کو ڈھونڈے گا تا اس کا نفس پاک اور روشن ہوجائے اور کسی ایسے مذہب پر راضی نہیں ہوگا جس میں زندہ خدا اپنا جلوہ قدرت نہیں دکھلاتا اور اپنے جلال کی بھری ہوئی آواز سے تسلی نہیں بخشتا۔

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 374)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

طالب حق: سچائی کی تلاش کرنے والا researcher/ explorer:

فرضی خدا: تصوراتی خدا، افسانوی تصور خدا

مردہ سے مشابہت: ایک بے جان شے جیسا۔

خوش عقیدگی: اپنے ہی بنائے ہوئے عقیدوں کی روشنی میں خوش فہمی رکھنا۔ بے بنیاد، خلاف عقل اور خلاف سنت الٰہی خدا تعالیٰ کا تصور یا عقیدہ

گویا: جیسا کہ

شبہات: شکوک

بے ایمانی: سچائی سے دور، دھوکہ باز

دنیا پرستی: دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا اور اس کے حصول کو زندگی کا مقصد بنالینا۔

جھکا ہونا: بہت زیادہ رجحان ہونا

زندہ خدا: ایسا خدا جو اسلام پیش کرتا ہے۔ جو بولتا ہے سنتا ہے اور تمام طاقتوں کا مالک ہے۔

راضی ہونا: مطمئن ہونا

جلوہ قدرت: الٰہی نشانات

جلال کی بھری آواز: الہام، قبولیت دعا۔

دعا کا تحفہ

ارادہ وعمل میں برکت کی دُعا

حضرت ابوبکر صدیقؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب کسی امر کا ارادہ فرماتے تو یہ دُعا کرتے:

اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ: اے اللہ! میرے لئے خیر کے سامان فرما اور میرے لئے بہتر انتخاب فرما۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 53)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

بانجل (گیمبیا) میں فری میڈیکل کیمپ

حافظ محمد آصف۔ ایڈمنسٹریٹر احمدیہ مسلم ہسپتال۔ ٹلنڈنگ، بانجل، گیمبیا

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے گیمبیا میں مجلس نصرت جہاں سکیم کے تحت خدمت انسانیت کرتے ہوئے جماعتی ہسپتال احمدیہ مسلم ہسپتال، ٹلنڈ نگ (بانجل) کو مؤرخہ 15 اگست 2022ء بروز پیر فری میڈیکل کیمپ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلك۔

یہ فری میڈیکل کیمپ خصوصاً ان غریب احباب کے لئے لگایا گیا جو حالیہ بارشوں کی وجہ سے آنے والے سیلاب کے متاثرین ہیں اور بھوک کے ساتھ ساتھ بیماریوں میں بھی مبتلاء ہیں۔ مذکورہ سیلاب سے صرف اس علاقہ میں ایک اندازہ کے مطابق ساٹھ خاندان اور تین سو کے قریب افراد متاثر ہوئے ہیں۔ یہ کیمپ ملک کے دارالخلافہ بانجل کے متاثرہ علاقہ میں لگایا گیا۔

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ گیمبیا سے منظوری حاصل کرنے کے بعد پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کی درخواست کی گئی۔

کیمپ میں دو ڈاکٹرز، مکرم صاحبزادہ رفیع احمد خان (ڈاکٹر انچارج

احمدیہ مسلم ہسپتال ٹلنڈ نگ) اور خاکسار حافظ محمد آصف (ایڈمنسٹریٹر)، پیرا میڈیکل سٹاف اور مددگاروں سمیت کل نو افراد شامل ہوئے۔ یہ کیمپ صبح گیارہ بج کر تیس منٹ پر شروع ہوا اور سہ پہر چار بج کر تیس منٹ پر اس کا اختتام ہوا۔ اس دوران کل ایک سو پندرہ 115 افراد کو چیک کیا گیا اور مفت ادویات دی گئیں۔خصوصاً شوگر اور بلڈ پریشر کے مریضوں کو ایک ایک ماہ کی دوائی مفت دی گئی۔ اس کے علاوہ حاملہ خواتین کو نہ صرف ایک ماہ کی دوائی دی گئی بلکہ انکو فری اینٹی نیٹل کارڈ اور مستقل طور پر مفت سکیننگ کی سہولت بھی دی گئی۔جن مریضوں کو مزید علاج یا ٹیسٹ کی ضرورت تھی، انکو مستقل علاج کے لئے ہسپتال آنے کے لیے کہا گیا۔

اس کیمپ میں لوکل کرنسی کے حساب سے کل پچاس ہزار ڈلاسی اخراجات آئے، جوکہ تقریباً ایک لاکھ پینسٹھ ہزار روپے بنتے ہیں۔

دوران کیمپ نائب امیر اول و مشنری انچارج جماعت احمدیہ گیمبیا مکرم محمود احمد طاہر نے بھی دورہ کیا اور نیک تمناؤں کے ساتھ کیمپ کی کامیابی اور مفید ہونے کے لئے دعا کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پیارے حضور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بھائیوں کی تکالیف دور کرے۔ اس لئے ہم یہ محض آپ ﷺ کی نصیحت پر عمل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کر رہے ہیں۔

اس موقع پر ممبر آف نیشنل اسمبلی مکرم موڈولامین تورے، کونسلر مکرم بِنٹن ایس۔ ایم جاٹے، ریڈ کراس کا نمائندہ، میئر آف بانجل کا نمائندہ اور نیشنل ڈیزاسٹر مینیجمنٹ ایجنسی کا نمائندہ بھی موجود تھا۔ ان کے علاوہ دوسرے بااثر افراد نے بھی کیمپ میں شرکت کی اور جماعت احمدیہ کی خدمات کو سراہا۔ اور کہا کہ دوسرے طبی اداروں کو بھی جماعت کی اس مثال کی پیروی کرنی چاہئے۔

ممبر آف نیشنل اسمبلی مکرم موڈولامین تورے نے انٹرویو کے دوران کہا کہ ہم جماعت احمدیہ کی ہمارے ملک میں اس خدمت انسانیت کو سراہتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ اور تمام ڈاکٹرز کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے

ہیں۔ اس پر ڈاکٹر رفیع احمد خان صاحب انچارج ہسپتال نے ان کو یقین دہانی کرائی کہ نہ صرف ہم ایسے کیمپس جاری رکھیں گے، بلکہ ملک کے طول و عرض میں ایسی دور دراز جگہوں پر بھی جائیں گے جہاں پر طب کی سہولتیں میسر نہیں ہیں۔

اس کیمپ کے موقع پر میڈیا کی طرف سے National (GRTS TV Station) اور جماعتی ریڈیو چینل LightFM کے نمائندے بھی موجود تھے۔ انہوں نے نہ صرف اس کیمپ کی کوریج کی بلکہ وہاں پر موجود مختلف افراد کے انٹرویو بھی لئے۔ بعدازاں جی۔آر۔ٹی۔ایس ٹی۔وی چینل نے رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ بہت احسن قدم ہے اور ہم جماعت احمدیہ کے شکرگزار ہیں۔ یقیناً یہ کیمپ جماعت اس موٹو کا عملاً اظہار ہے، محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کیمپ کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ احمدی ڈاکٹرز کے ہاتھ میں شفاء رکھے اور تمام بیماروں کو شفائے کاملہ و عاجلہ عطاء فرمائے۔ اور دکھی انسانیت کی خدمت کے ایسے پروگرام آئندہ میں منعقد کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

جرمنی میں ہنرمند افراد کے لئے گرین کارڈ متعارف کرانے کا منصوبہ

مرسلہ: منور علی شاہد۔ جرمنی

یورپ کی سب سے بڑی معاشی و اقتصادی قوت جرمنی میں گرین کارڈ متعارف کرانے کے ایک منصوبے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس منصوبے کا بنیادی مقصد جرمنی میں ہنرمند افرادی قوت کی کمی کو دور کرنا ہے، جس کا جرمنی کو سالوں سے سامنا ہے۔ جرمنی کے سرکاری ذرائع کے مطابق اس وقت جرمنی کو سالانہ چار لاکھ تربیت یافتہ افراد کی ضرورت ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے گرین کارڈ نام کے ایک منصوبے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس طرح یورپی یونین سے باہر کے افراد کا جرمنی میں آ کر کام کرنا ممکن ہو سکے گا۔ جرمنی کے لیبر منسٹر ہوبیرٹس ہائیل نے سرکاری ریڈیو پر اس کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ اس گرین کارڈ کو چانس کارڈ کا نام دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب مواقع فراہم کرنے والا کارڈ (Opportunity Card) ہے۔ اس کارڈ کے حصول کے لئے چار شرائط رکھی گئیں ہیں جن میں سے کم از کم تین شرائط کو پورا کرنا لازم ہو گا۔ اول: یونیورسٹی ڈگری یا پیشہ وارانہ تربیت کا ہونا۔ دوم: کم از کم تین سال پیشہ وارانہ تجربہ۔ سوم: جرمن زبان کی مہارت یا قبل ازیں جرمنی میں رہائش۔ چہارم: عمر 35 سال سے زائد نہ ہو۔ لیبر منسٹر کے مطابق حکومت ہر سال طلب کی بنیاد پر ایسے کارڈز کی تعداد کا تعین کیا کرے گی۔

جرمنی کے سب سے بڑے نشریاتی ادارے ڈوئچے ویلے (DW) میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق لیبر منسٹر کا کہنا ہے کہ اس گرین کارڈ کا تعلق کوالیفائیڈ امیگریشن سے ہے۔ اور یہ Opportunity Card رکھنے والے جرمنی میں قیام کے ساتھ کچھ کما بھی سکیں گے۔ منسٹر کا یہ بھی کہنا ہے کہ تربیت یافتہ افرادی قوت کی کمی کے باعث جرمنی کی معاشی ترقی متاثر ہو رہی ہے۔ رپورٹ کے مطابق جرمنی میں تربیت یافتہ لیبر کی کمی دن بدن ایک سنجیدہ مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ جرمنی کی دھات اور الیکٹریکل انجینئرنگ سے وابستہ صنعتوں کے آجرین کی فیڈریشن گیزامٹ میٹال کے مطابق ان شعبوں کی ہر پانچ میں سے دو کمپنیوں کو اسٹاف کی کمی کے باعث پروڈکشن میں رکاوٹ کا سامنا ہے۔ اسی طرح تربیت یافتہ شعبوں کی مرکزی ایسوسی ایشن (زیڈ ڈی ایچ) کا کہنا ہے کہ جرمنی کو اس وقت اڑھائی لاکھ تربیت یافتہ افراد کی کمی کا سامنا ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کے لیے گرین کارڈ کو جرمنی میں متعارف کرایا جا رہا ہے۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

ایک قابل توجہ امر

1. قرآنی آیت میں ’’الخ‘‘ اور محمدؐ کے ساتھ ’’صلعم‘‘ نہ لکھا کریں۔ پرانے طریق کے مطابق بعض کمپوزر حضرات آیت قرآنیہ کا کچھ حصہ لکھ کر طوالت سے بچنے کے لئے ’’الخ‘‘ لکھ دیتے ہیں جبکہ مکمل آیت لکھنا اور پڑھنا باعثِ برکت ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اس کے حق میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور پھر فرمایا الٓمّٓ میں تینوں الگ الگ حروف ہیں۔

لہٰذا ادارہ الفضل آن لائن خوشی محسوس کرے گا کہ قرآن کریم کی آیات مکمل دی جائیں تا قاری درج بالا حدیث کے مطابق زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرے۔

2. بعض دوست اپنے مضمون یا میسج میں محمدؐ کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے ’’صلعم‘‘ لکھ دیتے ہیں۔ یہ عمل اپنے اس ثواب کو کم کرنے کے مترادف ہے جس کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا جس نے میرا نام آنے پر درود پڑھا اس کے حق میں دس نیکیاں لکھی گئیں اور دس بدیاں مٹائی جاتی ہیں۔

اس حوالہ سے بھی ادارہ الفضل اپنے قارئین کے لئے حصول ثواب کا ذریعہ بنتے ہوئے مکمل صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنے کو ترجیح دے گا۔

(ایڈیٹر الفضل آن لائن)

فقہی کارنر

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممبرات لجنہ اماء اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے کہ اسے محنت کے بدلہ میں کچھ ملے۔ جس کام کے بدلے میں کچھ نہ ملے وہ کام نہیں لغو سمجھا جاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص یہ تقاضا کرے کہ اُسے نماز کے بعد کیا ملا۔ تو اُس کا یہ تقاضا صحیح ہوگا۔ اسی چیز کی طرف خدا تعالیٰ اِس آیت میں اشارہ کرتا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَر۔ نماز بے حیاؤں اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔ اسی طرح روزے کے متعلق فرمایا۔ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ تا تمہارے اندر تقویٰ کی طاقت پیدا ہو جائے۔ اسی طرح زکوٰۃ سے بھی دل میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں سب اصول بیان کر دئے گئے ہیں۔ اور اصول ہی چیز ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پانی پینے سے پیٹ بھر جاتا ہے۔ لیکن بخار والے مریض کا پانی سے پیٹ نہیں بھرتا۔ بلکہ وہ پانی مانگتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح نماز کا خاص فائدہ یہ ہے کہ وہ ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے اور نیکی کی طاقت پیدا کرتی ہے۔ اگر ہمیں وہ طاقت حاصل نہیں ہوتی تو ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری روحانی صحت میں ضرور کوئی خرابی ہے۔ جس طرح بخار والا غذا قبول نہیں کرتا یا غذا کھانے سے اُسے اسہال شروع ہو جاتے ہیں قے ہو جاتی ہے اور اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اُس کے اندر بیماری پیدا ہوگئی ہے۔ ہم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور اُس بیماری کا علاج کرواتے ہیں اگر علاج نہ کروایا جائے تو مرض بڑھ جاتا ہے۔ اسی روحانی غذاؤں سے اگر روحانی طاقت حاصل نہیں ہوتی اور پھر تم اس کا فکر نہیں کرتیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم روحانی طور پر مر جاؤ گی۔ اس لئے کہ تمہارے اندر بیماری پیدا ہوگئی ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کے نتیجہ پر غور نہیں کرتے، روزہ رکھتے ہیں لیکن اس کے نتیجہ پر غور نہیں کرتے۔ ہم اندھا دُھند چلے جاتے ہیں۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس طرح جسم غذا جذب نہیں کرتا تو وہ مرجاتا ہے اسی طرح ہماری رُوح غذا جذب نہ کرنے کی وجہ سے مرجاتی ہے۔ انسان کو اس کی نگرانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ روحانی غذائیں اُس کے تن لگتی ہیں کہ نہیں۔ اِن غذاؤں سے اُسے روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔ ان غذاؤں سے پیدا شدہ تغیرات کو نہ دیکھیں تو ہوسکتا ہے ہمارے اندر کوئی بیماری پیدا ہو جائے اور ہم وقت پر اس کا علاج نہ کریں اور ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد 2 صفحہ 56-57)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

مومن کی علامت

مومن کا ہر کام ہمیشہ سنجیدہ ہوتا ہے۔ وہ کسی کام کو جس میں ہاتھ ڈالتا ہے کبھی بے توجہی اور بے دلی سے نہیں کرتا۔ جب وہ کسی کام کے متعلق سمجھتا ہے کہ وہ مفید ہے تو اس میں ہاتھ ڈالتا ہے اور پھر اس کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے اور جب تک اسے پورا نہ کر لے اسے چین نہیں آتا۔

(خطبات شوری جلد 2 صفحہ 5)

مرسلہ: امۃ الحیٔ

طلوع وغروب آفتاب

22/ستمبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:53	18:17
مدینہ منورہ	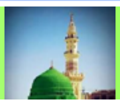	04:52	18:18
قادیان		04:55	18:26
ربوہ		04:35	18:05
اسلام آباد ٹلفورڈ	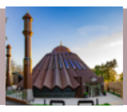	05:19	19:02